الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

فروری 2022

ashrafiamonthly@gmail.com

https://aljamiatulashrafia.in

AL-JAMIATUL ASHRAFIA, MUBARAKPUR, AZH.(U.P.)

DARUL ULOOM AHLE SUNNAT MADRASA ASHRAFIA MISBAHUL ULOOM

MANAGED BY

MUBARAKPUR

ایک کڑوا سچ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انگریزی پڑھنے سے تقدیر سے زیادہ نہیں ملتا۔ عربی پڑھنے سے آدمی بد نصیب نہیں ہو جاتا، ملے گا وہی جو رزاق نے قسمت میں لکھا ہے۔ بلکہ تجربہ یہ ہے کہ اگر عالم پورا عالم اور صحیح العقیدہ ہو تو بڑے آرام میں رہتا ہے۔ اور جو لوگ اردو کی چند کتابیں دیکھ کر وعظ گوئی کو بھیک کا ذریعہ بنا لیتے ہیں کہ وعظ کہہ کر پیسہ مانگنا شروع کر دیا۔ ان کو دیکھ کر عالم دین سے نہ ڈر، یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنا بچپن آوارگی میں خراب کر دیا ہے اور اب مہذب بھکاری ہیں۔ ورنہ علماے دین کی اب بھی بہت قدر و عزت ہے۔ جب گریجویٹ مارے مارے پھرتے ہیں تو مدرسین علما کی تلاش ہوتی ہے اور نہیں ملتے۔ (اسلامی زندگی ص 23)

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ مبارک پور

اشرفیہ

زیرِ سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 46 شمارہ 2 | فروری 2022ء | رجب 1443ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت عام شمارہ: 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

$25 امریکی ڈالر £20 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com

mubarakmisbahi@gmail.com

info@aljamiatulashrafia.org

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں

یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ — میاں بیوی کے حقوق اور آداب — مبارک حسین مصباحی — 3

مطالعۂ قرآن

تفہیمِ قرآن — ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے (آخری قسط) — مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری — 9

مطالعۂ حدیث

تفہیمِ حدیث — علمِ غیبِ مصطفیٰ ﷺ (آخری قسط) — مولانا محمود علی مشاہدی — 11

فقہیات

آپ کے مسائل — کیا فرماتے ہیں علماے دین؟ — مفتی محمد نظام الدین رضوی — 14

نظریات

فکر امروز — جہیز مخالف مذہبی و حکومتی تحریکیں - ضرورت و اہمیت — عبد الخبیر اشرفی مصباحی — 16

اسلامیات

شعاعیں — سزا دینے کے طریقے سیرتِ نبوی کی روشنی میں — حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی — 18

معمولات اہل سنت

ترغیبِ عمل — بزرگوں سے وابستگی قرآن کا حکم ہے — مفتی توفیق احسن برکاتی — 22

صوفیات

بزم تصوف — حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کی چند تصانیف و ملفوظات (آخری قسط) — مبارک حسین مصباحی — 24

اساطین تصوف

ذکر جمیل — حضرت امام تقی الدین محمد بن دقیق العید قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — محمد اعظم مصباحی مبارک پوری — 29

شخصیات

انوار حیات — طاہر ملت حضرت سید میر محمد طاہر میاں بلگرامی قدس سرہٗ (آخری قسط) — مبارک حسین مصباحی — 31

حضرت مولانا حفیظ الدین لطیفی ابو العلائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — مولانا ساجد عالم لطیفی مصباحی — 34

بزمِ دانش

فکر و نظر — تاریخ نگاری اور علماے اہلِ سنت — مفتی محمد ساجد رضا مصباحی/مولانا محمد عابد چشتی — 37

ادبیات

گوشۂ ادب — اردو زبان و ادب کا فروغ اور اس کا طریقۂ کار — وزیر احمد مصباحی — 41

نقد و نظر — انعطاف (مجموعۂ مضامین) — تبصرہ نگار: مہتاب پیامی — 45

خیابان حرم — منظومات — سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی/سید محمد مجیب الحسن نوابی/توفیق احسن برکاتی — 48

وفیات

سفرِ آخرت — ڈاکٹر عبد الخالق مرحوم — مبارک حسین مصباحی — 49

آہ! ادیب شہیر مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی — سید صابر حسین شاہ بخاری قادری — 50

مکتوبات

صدائے بازگشت — مولانا منظور احمد خاں عزیزی/جاوید اختر بھارتی/بلال احمد مند سوری — 51

سرگرمیاں

خیر و خبر — مبارک پور میں جشن غوث الوریٰ و عرس امام الاولیا/مجلسِ برکات جامعہ اشرفیہ کی ایک عظیم اشاعت — 55

786

میاں بیوی کے حقوق اور آداب

دل بدست آور کہ حج اکبر است

مبارک حسین مصباحی

یہ زمین وزماں کی پہنائیاں، یہ مکین ومکاں کی خوش رنگیاں، یہ عرش وفرش کی وسعتیں، یہ سمندروں کی سر پٹکتی موجیں، یہ پہاڑوں کے فلک بوس سلسلے، یہ ہزاروں قسم کے فرحت بخش اشجار، یہ انگڑائیاں لیتی، بل کھاتی خوش نما بیلیں، یہ رنگ برنگے پھولوں کے دل کش چمنستان، یہ دل و دماغ کو سرور بخشنے والی ہوائیں، یہ خوش گوار فضائیں، یہ کھانے پینے کے ہزاروں لذیذ ماکولات، یہ جسم وجاں کو شاداب کرنے والے مشروبات، یہ لوح وقلم کا مستحکم دستور، یہ عرش وکرسی کا بے مثال نظام، یہ دنیا وآخرت کی بے شمار نعمتیں، انھیں دیکھ کر ہر لمحہ ورطۂ حیرت میں ڈوبے رہتے ہیں۔

یہ تمام مخلوقات اپنی جگہ مسلم ہیں، مگر انسان کو اللہ تعالیٰ نے سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ بنایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۟" (سورۃ التین:4) بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا

حضرت انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار احسانات سے سرفراز فرمایا، کھانے پینے کی نت نئی اشیا، رہنے سہنے کے لیے آرام دہ مکانات، زمین کا فرش، آسمان کا شامیانہ، دل کش ہوائیں اور فرحت بخش فضائیں، یہ خوشگوار پہاڑوں کے سلسلے، یہ دریاؤں اور سمندروں کے حیرت انگیز آبشار اور جھرنے۔ جی ہاں اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اس میں جو کچھ ہے وہ انسان کے لیے تخلیق فرمایا، مگر خود انسان کا وجود نورِ مصطفیٰ ﷺ کا فیضان ہے، حدیث نور میں مکمل تفصیل موجود ہے۔ طویل حدیثِ نور کا ابتدائی جز ملاحظہ فرمائیں:

عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ ابْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی .فَقَالَ : ھُوَ نُوْرُ نَبِیِّكَ یَا جَابِرُ خَلَقَہُ اللّٰہُ

امام عبدالرزاق (متوفی 211ھ) معمر سے، وہ ابنِ منکدر سے وہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کون سی شے پیدا کی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جابر وہ تیرے نبی کا نور ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا۔

اب ہم آتے ہیں اپنی تحریر کے خاص نقطۂ نظر پر اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی بقا، سماج کی برتری اور نفسانی خواہشات کی تسکین کے لیے نکاح یعنی عقد مسنون کا حکم دیا۔ شریعت کی پاس داری میں اس رشتۂ ازدواج کا سلسلہ عہدِ رسالت سے آج تک جاری ہے۔ یہ ایک سچائی ہے، مکمل طور پر آدابِ سنت کی ادائگی بہت کم نظر آتی ہے، شریعت نے میاں بیوی کے حقوق طے فرمادیے ہیں مگر مسلمان حقوق کی ادائگی سے جزوی طور پر غافل نظر آتے ہیں۔ اس غفلت اور بے راہ روی کے نتیجے میں معاشرے میں بہت سی برائیاں پیدا ہو گئی ہیں، کہیں کم جہیز کے مسئلے ہیں، کہیں ساس بہو کے جھگڑے ہیں، کہیں بے جا شکوے اور شکایات ہیں، کہیں قتل وغارت گری ہے، کہیں شوہر کی عدم توجہ کا مسئلہ ہے، کہیں بیویوں کے مارنے توڑنے کا قضیہ ہے، کہیں نان ونفقہ نہ دینے کا صدمہ ہے، کہیں طلاق وخلع کا رگڑا ہے وغیرہ۔ قرآن عظیم اور احادیث نبویہ میں کثیر احکامات اور آداب ہیں۔ چند ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں:

بیویوں کے ساتھ نرم سلوک:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"استوصوا بالنساء خیرا فانھن خلقن من ضلع أعوج وان اعوج شیء فی الضلع اعلاہ فان ذھبت

mubarakmisbahi@gmail.com

تقیمه کسرته وان ترکته لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء."(بخاری مسلم بحوالہ مشکوٰۃ،ص:280)

عورتوں سے نرم سلوک رکھو! بے شک وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ بے شک پسلی کا ٹیڑھا پن جو اوپر کی جانب اٹھا ہوا ہے، اگر تم سیدھا کرنا شروع کروگے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر تم اسی طرح چھوڑ دو تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ پس عورتوں سے اچھا سلوک رکھو۔"

حدیث شریف میں لفظ "استوصوا" استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے عورتوں کے حق میں اپنے نفسوں سے اچھی نصیحت طلب کرو۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معنی بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمھیں عورتوں کے حق میں بہتر نصیحت کرتا ہوں ان کے حق میں میری نصیحت قبول کرو۔ مقصود تمام معانی کا ایک ہی ہے کہ اپنی بیویوں سے اچھا سلوک رکھو۔ ان کے سیدھا ہونے کی امید بالکل نہ رکھو، ان کے ٹیڑھا ہونے کے باوجود ان کو اپنے پاس ثابت رکھو۔

عورتوں کا پسلی سے پیدا ہونے کا مطلب ہے کہ حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے، اس لیے عورتوں میں پیدائشی طور پر ٹیڑھا پن رکھ دیا گیا ہے۔ پیدائشی نقص کو درست کرنا ممکن نہیں، اس لیے ان کو سیدھا کرنا ممکن نہیں، سیدھا ہونے کی امیدیں ختم کرلی جائیں۔ ان سے نرم سلوک رکھ کر ہی ان کو اپنا بنایا جائے۔ جب تک وہ کسی شرعی برائی کا ارتکاب نہ کریں اس وقت تک ان کی معمولی خطائیں برداشت کرکے ہی ان کو اپنے قریب لایا جاسکتا ہے۔

عورت کی یہی کمزوری ہے وہ اپنی ہر بات کو صحیح سمجھتی ہے خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو اور دوسرے کی بات صحیح بات کو بھی غلط کہے گی۔ ساس بہو کے جھگڑوں کا دارومدار بھی اسی پر ہے۔

تعجب اس پر ہے کہ ساس جو باتیں اپنی بیٹیوں کی برداشت کرلیتی ہے وہی بہو کی برداشت نہیں کرتی۔ جو کام بیٹیوں کے صحیح سمجھتی ہے، وہی کام بہو کرے کیڑے نکالنے شروع کرتی ہے۔ اسی طرح بہو کو دیکھیں: جو باتیں اپنی ماں کی برداشت کرلیتی ہے، وہ اس کی برداشت نہیں کرتی۔ ماں کے ہر کام کو سراہتی ہے، اس کے ہر کام کو غلط سمجھتی ہے۔ بہو کو یہ معلوم نہیں ساس میری ماں کی طرح ہے، ساس کو یہ معلوم نہیں کہ یہ بہو میری بیٹی کی طرح ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان کا والدہ اور زوجہ دونوں کو خوش رکھنا اور دونوں کے حقوق کی پاس داری کرنا، والدہ کی دعائیں لینا اور زوجہ سے محبت حاصل کرنا یہ معمولی کام نہیں، بڑی عقل مندی اور صبر و تحمل کا کام ہے۔

آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن معاشرت کی ایک تابندہ مثال:

"عن عائشة أنها كانت مع رسول الله ﷺ في سفر قالت فسابقته فسبقته على رجلي فلما حملت اللحم سابقته فسبقني قال هذه بتلك السبقة." (ابوداؤد، مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء، ص:281)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے اور آپ نے پیدل دوڑ میں مقابلہ کیا۔ میں آپ سے دوڑ میں سبقت لے گئی۔ پھر (کچھ عرصہ بعد) جب مجھ پر موٹاپا آگیا، پھر ہم نے (پیدل دوڑ میں) مقابلہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ پر غالب آگئے۔ آپ نے فرمایا: یہ دوڑ پہلی دوڑ کا بدلہ ہے۔

یعنی پہلے تم غالب آگئی تھیں، اب میں غالب آگیا اس طرح بدل اتر گیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی تعلیم کے لیے... تاکہ وہ میری اقتدا کریں... اپنی بیویوں سے اچھے اخلاق کا برتاؤ کیا۔ ان پر نرمی مہربانیاں کیں، یہ دوڑ کا مقابلہ بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن معاشرت پر دلیل ہے۔

مسئلہ: علامہ قاضی خان نے بیان فرمایا ہے کہ چار چیزوں میں مقابلہ جائز ہے۔ (1) اونٹوں کی دوڑ میں (2) گھوڑوں کی دوڑ میں (3) پیدل دوڑ میں (4) تیر اندازی میں۔

لیکن اس میں شرط دونوں طرف سے نہ ہو، اگر دونوں طرف سے شرط ہوگی تو حرام ہوگا۔ جیسے یہ کہا جائے، تو غالب ہوگیا تو میں اتنے پیسے دوں گا اور اگر میں غالب ہوگیا تو تجھے پیسے دینے لازم ہوں گے...... یہ حرام ہے..... اگر شرط ایک طرف سے ہو تو جائز ہے، جیسے ایک شخص

کہے: چلو! دوڑ میں مقابلہ کرتے ہیں، اگر تم غالب آ گئے تو میں تمھیں انعام دوں گا... یہ جائز ہے۔ اسی طرح کوئی تیسرا مقابلہ کرائے اور کہے جو تم سے غالب آئے گا تو میں تمھیں اتنا انعام دوں گا۔ یہ صورت بھی جائز ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”خیرکم لأهله وانا خیرکم لاهلي واذا مات صاحبکم فدعوه۔(ترمذی، دارمی، مشکاۃ، باب عشرۃ النساء، ص:281)

تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی اہل سے بہتر سلوک رکھے تم تمام سے زیادہ میں اپنی اہل سے اچھا سلوک رکھتا ہوں۔ جب تمھارا کوئی صاحب فوت ہو جائے تو اسے چھوڑ دو۔

حدیث پاک سے حاصل ہونے والے فوائد:

✻ یہ حدیث پاک نبی کریم کے ﷺ کے جوامع الکلم سے ہے۔ یعنی آپ کے کلام کے الفاظ سے کم اور مطالب بہت زیادہ ہوتے۔ حدیث پاک میں حسن معاشرت کا سبق دیا گیا ہے کہ انسان کو اچھے اخلاق کا مالک ہونا چاہیے۔ اہل سے مراد عام ہے جو بیویوں اور قریبی رشتہ داروں بلکہ اپنے زمانے کے دوسرے اجنبی مسلمانوں کو بھی شامل ہے، اب معنیٰ یہ ہو گا کہ تم میں سے بہتر شخص وہ ہو گا جو اپنی بیویوں اور قریبی رشتہ داروں اور دوسرے تمام مسلمانوں سے اچھا سلوک رکھتا ہو۔

✻ حدیث پاک میں ”فدعوہ“ اسے چھوڑ دو، یعنی تم میں سے جب کوئی فوت ہو جائے تو اسے چھوڑ دو۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اس کی برائیوں کا ذکر کرنا چھوڑ دو، کیوں کہ کسی فوت شدہ آدمی کی برائیوں کا ذکر نہ کرنا بھی خوش اخلاقی میں داخل ہے۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زندہ لوگوں اور فوت شدہ لوگوں سے اچھا سلوک اور اچھا معاملہ رکھنے کا حکم دیا۔ نبی کریم ﷺ کی دوسری حدیث اس کا واضح اعلان کر رہی ہے۔ (اذکرو موتاکم بالخیر) اپنے فوت شدہ بھائیوں کو اچھے طریقے سے یاد کرو۔ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سہارے پر چھوڑ دو۔ نیک لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر اجر ہے۔

تاجدارِ ولایت حضرت مولانا روم قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے:

دل بدست آور کہ حج اکبر است   از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

پہلا مصرع بطور محاورہ عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مطلب ہے کہ کسی کی حد درجہ دل جوئی کرنا حج اکبر کا درجہ رکھتا ہے، کیوں کہ ہزاروں بار کعبہ کی زیارت سے ایک انسانی قلب بہتر ہے۔

اہلیہ کو گالی دینا اور مارنا منع ہے:

حضرت حکیم بن معاویہ قشیری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہماری بیویوں کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

” ان تطعمها اذا طعمت وتکسوها اذا کتسیت ولا تضرب الوجه ولاتقبح ولا تهجر الا في البيت.“

(مسند احمد، ابوداود، ابن ماجہ، بحوالہ مشکوۃ باب عشرۃ النساء، ص:271)

”جب تم کوئی چیز کھاؤ تو زوجہ کو بھی کھلاؤ، اور جب تم کوئی لباس پہنو تو زوجہ کو بھی پہناؤ، ان کے چہرہ پر (طمانچے) نہ مارو اور ان کو برا نہ کہو اور ان کو گھروں پر چھوڑ کر تم خود کہیں اور نہ چلے جاؤ۔“

انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق اپنی زوجہ کو کھانے پینے کی اشیا فراہم کرے اور لباس عطا کرے، حسنِ اخلاق کا مظاہرہ یہی ہے کہ جیسا طعام خود کھائے ایسا ہی زوجہ کو کھلائے اور جیسا لباس خود پہنے ایسا ہی زوجہ کو بھی پہنائے، انسانی مروت کے خلاف یہ ہے کہ خود ہوٹلوں میں بیٹھ کر اعلیٰ قسم کے کھانے کھا کر آجائے، فاخرانہ لباس پہنے اور اپنی اہلیہ کو کھانے اور لباس سے محروم رکھے۔

”چہرہ پر مارنے“ کا ذکر آپ نے فرمایا، کیوں کہ چہرہ تمام اعضا میں اشرف و اعلیٰ اور برگزیدہ ہے، بغیر عذر کے مارنا تو مطلقاً منع ہے، البتہ عذر

پر چہرہ کے بغیر اور اعضا پر ہلکا پھلکا مارنا، لیکن چہرہ پر مارنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ کہیں ایسی ضرب نہ لگ جائے جس سے اس کا حسن وجمال ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے، اس لیے چہرہ پر مارنے سے اجتناب کرے۔(مرقاۃ، علامہ علی قاری رحمہ اللہ، ج:6، ص:273)

چند عذر جن کی وجہ سے مارنا جائز ہے:

❋ جب خاوند چاہے کہ عورت زیب وزینت کرے تاکہ زیب وزینت سے خوبصورت نظر آئے تو خاوند کی نظر کسی دوسری پر نہ جھکے تو ایسی صورت میں عورت اپنے خاوند کے کہنے پر عمل نہ کرے تو خاوند کو مارنا جائز ہے لیکن ایسی زیب وزینت کا مطالبہ ہو جو شرعاً جائز ہو۔

آج کل انگریز کے غلام چاہتے ہیں کہ جب ان کے دوست آئیں تو ان کی بیگمات آدھا سینہ ننگا کر کے بازو کندھے تک ننگے کر کے سر سے دوپٹہ اتار کر انھیں چائے پلائیں تاکہ وہ بھی نظارہ کریں اور کہیں تمھاری بیگم تو یار بڑی خوبصورت، سفید اور نرم ونازک اندام والی ہے۔ شریعت نے ایسے لوگوں کو دیوث، بے حیا، بے غیرت کہا لیکن ماڈرن لوگ اس پر فخر کرتے ہیں۔ خاوند کی ایسی خواہش کو زوجہ ٹھکرا کر غیرت ایمانی کا ثبوت دے، شریعت کے خلاف حکم ماننا جائز ہی نہیں۔ بعض موڈرن شوہر چاہتے ہیں کہ ان کی اہلیات بیوٹی پارلر جائیں، وہاں اپنی بھنویں بنوائیں، اپنے گالوں، ناکوں، آنکھوں، ٹھوڑیوں اور گردنوں پر مساج کروائیں، طرح طرح کی کریموں اور پوڈروں سے حقیقی رنگوں کو بدلوائیں، شرعی طور پر ان تمام امور کی کوئی اجازت نہیں ہے۔

❋ عورت پاک ہو، کوئی عذر شرعی نہ ہو، مریضہ نہ ہو، پھر خاوند کی طلب پر اس کے پاس نہ جائے تو خاوند کو حق ہے۔

❋ بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر نماز نہ پڑھتی ہو یا جنابت اور حیض کا غسل نہ کرے۔ اس صورت میں خاوند کو مارنے کا حق حاصل ہے لیکن امام محمد کے نزدیک اس صورت میں بھی مارنا منع ہے۔

❋ خاوند کی اجازت کے بغیر وہ گھر سے باہر نکل جائے۔ بازاروں، گلیوں، سیرگاہوں میں چل پھر کر نظارہ کراتی پھرے، تو عورت کی اس حرکت پر خاوند کو حق حاصل ہے کہ اس کی سرزنش کرے تاکہ وہ آئندہ اس سے باز آجائے۔

حدیث شریف میں لفظ "ولا تقبح" استعمال ہوا، اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ ان سے فحش کلامی نہ کرو، گالی نہ دو۔ ان کے لیے شکل کے بدصورت ہونے کی بددعا نہ کرو، وہ عورتیں کتنی ہی عقل مند ہوتی ہیں جو اپنے خاوند کے غصے کو پیار سے ٹھنڈا کرتی ہیں۔ خاوند کو بدکلامی کا موقع ہی نہیں دیتیں لیکن اس کے خلاف بعض عورتیں اپنی کم عقلی سے خاوند کے غصے کو بڑھاتی چلی جاتی ہیں، ان کی زبان ان کے اختیار میں نہیں ہوتی، وہ بے مقصد بولتی چلی جاتی ہیں اور خاوند بھی بکواس کرنے میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔

"ولا تهجر الا في البيت" اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو چھوڑ کر خود ادھر ادھر نہ گھومتے پھرو۔ وہ مجامعت کے لیے بے تاب رہیں، ہاں اگر انسان گھر ہی ہو تو ہر دن مجامعت ضروری نہیں، باہر کہیں ہو تو تین ماہ بعد واپس آنا چاہیے۔(المرجع السابق)

بعض لوگ دین کی دعوت میں حد درجہ مصروف رہتے ہیں، کبھی کبھی سال بھر سے زیادہ وقت اپنے ملک یا دیگر ممالک میں گزار دیتے ہیں، ان کا کہنا ہوتا ہے کہ ہم دین کی دعوت میں لگے رہتے ہیں، جب کہ ان کی اہلیات اپنے شوہروں کے لیے بے چین اور شدید متمنّی ہوتی ہیں۔ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ اہلیات کے حقوق کی ادائیگی بھی دین کی عظیم خدمت ہے۔

زانی مرد اور عورتوں کا حال:

معراج کی رات نبی کریم ﷺ کا ایک ایسی قوم پر گزر ہوا، جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہوا ہے اور دوسری ہنڈیا میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہوا ہے۔ وہ اس جلے سڑے اور کچے کو کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کون لوگ ہیں؟ جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا: یا رسول اللہ! یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی پاکیزہ وحلال بیویوں کو چھوڑ کر دوسری حرام عورتوں سے راتیں گزارتے تھے اور برائی کے مرتکب ہوتے تھے۔

اسی طرح یہ عورتیں وہ ہیں جو اپنے خاوندوں کو چھوڑ کر دوسرے مردوں سے رنگ رلیاں مناتی تھیں اور بدکاری کی مرتکب ہوتی تھیں۔

ان مردوں اور عورتوں کے متعلق ہی اللہ تعالیٰ نے اسی طرح ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا. اور تم

لوگ زنا کے قریب نہ جاؤ کیوں کہ یہ بہت بے حیائی کا کام ہے اور برا راستہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ، ج:3)

زنا سے واقع ہونے والے فسادات:

(1)-جس عورت کے خاوند کو بھی معلوم ہو کہ اس کی عورت زانیہ ہے، جب اس زانیہ کے ہاں بچہ پیدا ہو تو انسان کو یقین نہیں آئے گا کہ یہ بچہ میرا ہے یا کسی اور کا؟ اس طرح وہ بچے کی تربیت درست طور پر نہیں کرے گا اور اس کی ذمہ داریوں کو قبول نہیں کرے گا، ایسا کرنے سے اولاد ضائع ہوگی۔

(2)-نسل کے منقطع ہونے کا سبب بنے گا اور نظام کائنات برباد ہو کر رہ جائے گا۔ اسی طرح خاوند کو تو شرعی حیثیت سے عورت کے حلت (حلال ہونا) حاصل ہے اور دوسرے کسی کو یہ حیثیت حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس عورت کے لیے شرعاً خاوند ہی سب سے بہتر ہے، دوسرا کوئی اس کے برابر نہیں ہوسکتا، لیکن پھر بھی اگر عورت نے کسی اور کی طرف توجہ کی تو فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جائے گا، جس سے کسی نہ کسی شخص کا قتل واقع ہو جائے گا۔ کتنی ہی مرتبہ ہم نے سنا ہے کہ فلاں شخص قتل ہو گیا، اس کے اسباب معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ ایک عورت کے زنا کا یہ سارا کارنامہ ہے۔

(3)-جب عورت زنا کے ارتکاب کی عادت ڈال لیتی ہے اور یہ برا کام اس کا تختۂ مشق بن جاتا ہے، تو ایسی عورت سے درست طبیعت اور سیدھی راہ پر چلنے والا، دل رکھنے والا انسان نفرت کرتا ہے۔ اسے گندی اور ناپاک عورت سمجھتا ہے۔ ایسے حالات میں عورت اور اس کے خاوند میں الفت و محبت حاصل نہیں ہوسکتی اور نہ ہی سکون حاصل ہوتا ہے اور نہ عورت اور اس کے خاوند کے درمیان رشتہ اور تعلق ازدواجی کی تکمیل ہوسکتی ہے۔

(4)-جب زنا کا دروازہ کھل جائے، زنا عام ہو جائے تو ہر انسان کو عورت کے پاس آنا جانا حاصل ہو جائے گا۔ جس وقت وہ جس عورت کے پاس جانا چاہے اسے کوئی رکاوٹ نہ ہو تو اس طرح انسانوں اور دوسرے جانوروں میں کوئی فرق نہ رہے گا، حیوانوں کا بھی جب یہی کام ہے اور انسانوں کا بھی یہی کام ہو گیا تو انسان کا تمام مخلوق سے افضل ہونا کیسے ثابت ہوگا؟

(5)-شادی کر کے کسی عورت کو اپنی زوجہ بنانے میں صرف شہوت کو پورا کرنا مقصود نہیں بلکہ اسے اپنے گھر کے معاملات میں شریک کرنا اور کھانا پینا، لباس تیار کرنے میں معاون بنانا اور اپنے گھر کی مالکہ بنانا اور اپنے گھر میں کسی اور کو آنے سے روکنے کے لیے دروازہ کی محافظہ بنانا مقصود ہوتا ہے۔ یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب اس عورت کی توجہ کا مرکز صرف اس کا خاوند ہو، دوسرے مردوں سے اسے کوئی امید نہ ہو، ان سے اس کے تعلقات مکمل طور پر منقطع ہوں۔ یہ سارے مقاصد زنا کے مکمل حرام ہونے سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ زنا کا دروازہ کامل طریقہ سے بند ہوگا تو اس کے گھر کا دروازہ غیروں پر بند ہوسکے گا۔

(6)-مقصد زوجہ کو حاصل کرنے میں ان منافع کا حصول ہے جو نکاح سے حاصل ہوتے ہیں یعنی نیک اولاد کا حاصل کرنا، یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب انسان کی نظر صرف اپنی زوجہ پر ہی ہو۔ (تفسیر کبیر، امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ)

نافرمان بیویوں کا حال:

نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات عورتوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ ان کے منہ کالے اور آنکھیں نیلی ہیں۔ انھوں نے آگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، فرشتے انھیں آگ کے گرز مار رہے ہیں اور وہ گدھوں اور کتوں کی طرح چلاتی ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا: یہ عورتیں کون ہیں جو عذاب میں مبتلا ہیں؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا: یارسول اللہ ﷺ یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں کی نافرمانی کرتی تھیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ“ مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ (تفسیر ابن جریر، علامہ طبری رحمہ اللہ، ج:5، ص:70)

شانِ نزول: اس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول بھی یہ ہے کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ جو انصار کے نقیب تھے۔ ایک دفعہ ان کی زوجہ حبیبہ بنت زید بن زہیر نے ان کی کچھ نافرمانی کی، جس کی وجہ سے انھوں نے غصہ میں آکر اسے ایک طمانچہ مار دیا۔ وہ عورت ناراض ہو کر اپنے والد کے گھر چلی گئی اس کے والد زید بن زہیر اپنی بیٹی حبیبہ کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ میں نے اپنی پیاری بیٹی حبیبہ کا نکاح سعد سے کیا تھا لیکن اس نے میری بیٹی کو تھپڑ مارا ہے، اس کا قصاص دلوایا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے قصاص لینے کی اجازت فرمادی کہ حبیبہ بھی سعد کو تھپڑ مارلے تاکہ برابری ہوجائے، یہ ابھی چلے ہی تھے کہ آیت کریمہ نازل ہوگئی۔حضور نے انھیں واپس بلاکر یہ آیت کریمہ سنائی اور فرمایا کہ وہ اپنے خاوند سے تھپڑ وغیرہ کا بدلہ نہیں لے سکتی۔ نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا:"ہم نے تو کچھ اور چاہا تھالیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ اور چاہا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی چاہت ہماری چاہت سے افضل ہے۔"(تفسیر خازن، ج:1، ص:518، روح المعانی علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ، ج:5، ص:23، تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ، ج:9، ص:...، روح البیان، علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ، ج:2، ص:264)

مردوں کو عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے نے قدرتی طور پر بزرگی بخشی ہے کہ خاوند کو بیوی کا سردار بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا پر کسی کو اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ "امامت صغریٰ"یعنی نماز کی امامت کا حق صرف مردوں کو دیا عورتوں کو نہیں،اسی طرح امامت کبریٰ(بڑی امامت)یعنی حاکمیت کا حق بھی صرف مردوں کو دیا گیا عورتوں کو نہیں۔جاہل لوگ کسی عورت کو حاکم بنادیں یا "بکاؤ ملّاں"اس کی حاکمیت پر خوش ہوکر کہیں کہ "جمہوریت آگئی، بڑی خوشی ہوگئی"تو اس سے شرعًا جواز ثابت نہیں ہوگا۔

اذان دینا عورت کے لیے منع مرد کے لیے جائز اور ثواب۔ جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھانا اور خطبہ پڑھنا بھی صرف مرد کے لیے ہی جائز ہے عورت کے لیے جائز نہیں۔ نبوت جیسا عظیم منصب صرف مردوں کو ملا، مردوں کو عقل کامل ہے اور عورتوں کی عقل ناقص ہے۔ مردوں کا دین کامل، عورتوں کا دین ناقص۔ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے کمالات عطا فرمائے ہیں جن کا انکار صرف وہی احمق انسان کرسکتا ہے جو سورج کو ظاہر دیکھ کر بھی کہے کہ... ابھی تو رات ہے۔

خاوند ناراض ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اذا دعا الرجل امرأته الی فراشه فأبت فبات غضبان العنتها الملائكة حتى تصبح."

(بخاری، ج:2، ص:782، مسلم بحوالہ مشکوٰۃ، ص:280)

"جب انسان اپنی زوجہ کو بستر پر طلب کرے تو عورت (بغیر عذر شرعی کے) انکار کردے۔ خاوند رات ناراضگی میں گزارے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔"

اس لیے کہ اس عورت پر خاوند کی فرماں برداری لازم تھی نہ کہ نافرمانی، وہ نافرمانی کرکے فرشتوں کی لعنت کی مستحق ہوگئی۔ دوسری روایت میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی اس طرح ہے:

"والذی نفسی بیده ما من رجل یدعو امرأته الی فراشه فتابیٰ علیه الا کان الذی فی السماء ساخطا علیها حتیٰ یرضی عنها."(مشکوٰۃ، باب عشرۃ النساء، ص:280)

آپ نے فرمایا:قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جب بھی کوئی شخص اپنی زوجہ کو بستر پر طلب کرے تو وہ انکار کردے تو اس کا خاوند جب تک اس پر راضی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس سے ناراض رہتا ہے۔

خیال رہے حدیث شریف میں لفظ استعمال ہوئے ہیں (الذی فی السماء) جس کا معنی ہے وہ ذات جو آسمانوں میں ہے، یعنی آسمانوں والا اس پر ناراض ہوتا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے، وہ آسمانوں میں تو نہیں رہتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا امر، حکم ملک، بادشاہی آسمانوں میں بھی اسی طرح ہے، آسمانوں کا ذکر خصوصی طور پر اس لیے کیا کہ دنیا والوں کی عارضی بادشاہتیں صرف زمین میں ہیں، آسمانوں میں نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جس کی حقیقی بادشاہی زمین و آسمان میں یکساں ہے۔(مرقاۃ المفاتیح، علامہ علی قاری رحمہ اللہ، ج:6، ص:267)

"موت کا منظر"از علامہ عبد الرزاق بھترالوی، یہ کتاب ہم نے المجمع المصباحی مبارک پور سے 1996ء میں شائع کی تھی، پیشِ نظر اداریے میں ہم نے بہت کچھ اخذ کیا ہے، اس میں اضافے بھی کیے ہیں اور بہت سی تلخیصات بھی کی ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین ****

تفہیم قرآن

آخری قسط

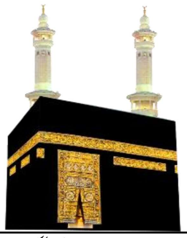

ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

ارشاد باری ہے:

وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾۔

اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ کافروں کو اور اللہ کے سوا جن کی بندگی کرتے تھے ان کو جمع فرمائے گا، پھر ان سے پوچھے گا کہ میرے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا یا وہ از خود گمراہ ہو گئے؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ اے اللہ! تیرے لیے پاکی ہے، ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم تجھے چھوڑ کر دوسروں کو مددگار بنالیں، لیکن تو نے انھیں اور ان کے آبا واجداد کو خوش حالی عطا فرمائی تو انھوں نے نصیحت کو فراموش کر دیا، اور یہ تو ہلاک ہونے والے ہیں۔

ان حضرات نے جواب میں فرمایا کہ تیرے لیے شرک سے پاکی ہے، اسی لیے ہم تیرے سوا کسی کو معبود نہیں مانتے، اس سے سمجھ میں آیا کہ جو لوگ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں مانتے وہ بدرجۂ اولی کسی دوسرے کو معبود بنانے کی دعوت نہیں دے سکتے۔

ان آیات کے مطابق جو لوگ بعث کا انکار کرتے ہیں وہ آخرت میں قیامت اور دیگر چیزوں پر ایمان لے آئیں گے اور کہیں گے کہ اللہ کی شان اس سے بلند ہے کہ وہ کسی شے کا وعدے کرے اور اسے پورنہ کرے۔

اہل جنت کی تسبیح:

جنت دار الجزا ہے، اسی لیے دنیا کی طرح جنت میں عبادتوں کی پابندی نہیں ہوگی، لیکن بندگی کا مفہوم یہی ہے کہ بندے ہمہ وقت اپنے رب کا محتاج بن کر رہیں، اور اپنی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کے لیے اپنے رب سے دعا کرتے رہیں، ظاہر سی بات ہے کہ بندے جنت میں بھی اپنے رب کے محتاج رہیں گے، اور انھیں کوئی بھی ضرورت در پیش ہوگی کہ وہ اپنے رب کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ اللہ تیرے لیے پاکی ہے، تو ہماری یہ ضرورت پوری فرمادے، اور ہمیں ہمارا مدعا عطا فرمادے، ارشاد باری ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۹﴾ دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰﴾۔ [سورۂ یونس:9-10]

بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے انھیں ابدی جنتوں کی رہنمائی فرمائے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جنت میں ان کی دعا ہوگی کہ اے اللہ! تیرے لیے پاکی ہے، اور جنت میں ان کی تحیت سلام ہوگی، اور ان کی گفتگو کا اختتام یہ کلمہ ہوگا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

ان آیات میں دَعْوٰىهُمْ کا معنی اگر دعا ہے تو آیت کا مطلب ہوگا کہ ان کی ہر دعا کا آغاز اللہ کی تسبیح سے ہوگا، اور اختتام حمد پر ہوگا۔ اور اگر دعوٰىهُم کا معنی پکارنا ہے تو آیت کا مطلب ہوگا کہ جب جنتی حضرات خدام کو پکاریں گے اور وہ حاضر خدمت ہوں گے تو اہل جنت اللہ کی اس عطا پر تسبیح کریں گے۔ اس کے علاوہ آیت کا واضح اور صریح مفہوم یہی ہوگا کہ جب جنتی جنت میں اللہ کے وعدوں کو پورا ہوتا دیکھیں گے تو کہیں کہ اللہ کے لیے وعدہ خلافی سے پاکی ہے، اس نے دنیا میں ہم سے جس اجر عظیم کا وعدہ کیا اسے بروجہ اتم پورا کیا۔

گرجتے بادلوں کی تسبیح:

گرجتے بادل اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اللہ وحدہ لاشریک کا ارشاد ہے:

وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَ هُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾۔ [سورۂ رعد:13]

اور گرجتے بادلوں کی آواز حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے، اور ملائکہ اس کے خوف سے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور وہ بجلیوں کو بھیجتا ہے اور جس پر چاہتا ہے گرا دیتا ہے جب کہ وہ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں، اور اس کی گرفت نہایت سخت ہے۔

اس آیت میں رعد کی تسبیح کا ذکر ہے، اور رعد کے سلسلے میں کتب تفاسیر

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

میں کئی اقوال ملتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ بادلوں کو ہانکنے پر موکّل فرشتے کا نام رعد ہے، اور وہی فرشتہ اللہ کی تسبیح کرتا اور بادلوں کو ہانکتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں بادلوں کی تسبیح سے مراد یہ ہے کہ بادلوں کے گرجنے کی آواز سن کر لوگ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اس طرح اس آیت میں بادلوں کی تسبیح کا مطلب یہ ہوگا کہ بادلوں کی گرج اللہ کی تسبیح سبب بنتی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ بادلوں کی گرج ہی تسبیح ہے۔ اور گرجتے بادلوں کا تسبیح بیان کرنا مستبعد نہیں، کیوں کہ ہر شی اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتی ہے۔

پہاڑوں کی تسبیح:

پہاڑ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح کی بحث میں متعدد آیات کی روشنی بیان کیا کہ پہاڑ آپ کے ساتھ اللہ کی تسبیح بیان کیا کرتے تھے، سورۂ سبا میں ہے کہ پہاڑوں کو آپ کے ساتھ تسبیح کا حکم دیا گیا، اور سورۂ ص میں ہے کہ پہاڑ صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور سورۂ حج میں ہے کہ پہاڑ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ یعنی یہ فلک بوس پہاڑ اللہ کے حکم کے تابع ہوتے ہیں، ہمیشہ اسی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اور اسی کی تسبیح وتہلیل میں مصروف ہوتے ہیں، اور بعض پہاڑ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے ٹوٹ کر گر جاتے ہیں فرمایا:

وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ [سورۂ بقرہ: 74]

اور بعض پتھر وہ ہیں جو خدائے ذوالجلال کے خوف سے ٹوٹ پڑتے ہیں، اور اللہ تمھارے کاموں سے غافل نہیں ہے۔

ان آیات کا واضح مطلب یہی ہے کہ بلند وبالا پہاڑ بھی اللہ کے حکم کے پابند اور اسی کے ثناگر ہوتے ہیں۔

پرندوں کی تسبیح:

پرندے اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں، سورۂ سبا اور سورۂ ص میں ہے کہ پرندے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے، سورۂ نور میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ [سورۂ نور: 41-42]

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں رہنے والے اور پروں کو پھیلاتے ہوئے اڑنے والے پرندے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، سب کو اپنی نماز اور تسبیح معلوم ہے۔ اور اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے۔ اور آسمان وزمین اللہ کی ملک ہے، اور سب کو اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے۔

ان آیات کے مطابق آسمان وزمین کی ہر مخلوق اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، بطور خاص پرندے جب فضاؤں میں اڑ رہے ہوتے ہیں، ان کی زبانیں اللہ کی حمد وثنا اور اسی کی تسبیح وتہلیل میں مصروف ہوتی ہیں، اور جب وہ اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں، اور فضاؤں میں خود کو روک کر زمین کا نظارہ کرتے ہیں تو ہر زبان پر اللہ کی تسبیح جاری ہوجاتی ہے کہ جس کے حکم سے پرندے پروں کو پھیلاتے اور سمیٹتے ہیں وہی مستحق عبادت ہے۔

اس آیت میں ہے کہ ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح معلوم ہے، یہاں تین باتیں قابل غور ہیں۔

1- اس آیت میں عَلِمَ کا فاعل کلمۂ جلالت کو بنایا جاسکتا ہے، اس صورت میں معنی ہوگا کہ اللہ اپنی مخلوق کی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے۔

2- اس آیت میں عَلِمَ کا فاعل کُلٌّ کو بھی بنایا جاسکتا ہے، اور یہی زیادہ واضح بھی ہے، اس صورت میں معنی ہوگا کہ آسمان وزمین کی جو مخلوق نماز ادا کرتی ہے وہ اپنی نماز کو اور جو تسبیح کرتی ہے وہ اپنی تسبیح کو اچھی طرح جانتی ہے، اور کوئی بھی انجانے میں اس کا ذکر نہیں کرتا، بلکہ سب اپنے علم وبصیرت اور ہوش وحواس کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔

3- یہاں ایک شبہہ پیدا ہوسکتا ہے کہ اگر کُلٌّ کو عَلِمَ کا فاعل بنا دیا جائے تو اس صورت میں لازم آئے گا کہ پرندوں کو اسی طرح انسان کے سوا دوسرے جان داروں کو علم ہوتا ہے جب کہ علم انسان کا خاصہ ہے تو چرند وپرند کے لیے علم کا اطلاق کیوں کر درست ہوگا۔ اس کا جواب یہی ہے کہ پرندوں کو انسانوں کی طرح علم نہیں ہوتا، لیکن انھیں بہت سی چیزوں کا علم ہوتا ہے، شہد کے چھتے، مختلف پرندوں کے گھونسلے، ساز گار موسم کی تلاش میں نکلنے والے پرندے، شکار کے لیے اپنانے والے حربے، سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ پرندوں کو ان کی ضروریات کا علم ہوتا ہے، جو رب ان کو زندگی گزارنے کے اصول اور روزی تلاش کرنے کے ہنر سکھانے پر قادر ہے وہ انھیں اپنی تسبیح سکھانے پر قادر ہے، لہٰذا پرندوں کے لیے علم کا اطلاق صحیح ہے، اور وہ اپنی تسبیح جانتے اور کرتے ہیں۔

ہر شے کی تسبیح:

مذکورہ بالا تمام آیات واحادیث اور آثار وواقعات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ اس جہان رنگ وبو کا ہر ذرہ اللہ کی عظمت وکبریائی بیان کرتا ہے، اور اپنی زبان حال ومقال سے اس کی تسبیح وتنزیہ بیان کرتا ہے، یہی ہمارے مقالے کا موضوع بھی تھا اور ان شاء اللہ یہی اختتام بھی ہوگا۔ (باقی ص: 13 پر)

تفہیمِ حدیث

آخری قسط

علم غیب مصطفیٰ ﷺ

مفتی محمود علی مشاہدی

وهو الفاجر الغادر يا نبي الله، لا تأمنه على شيء، فقال رسول الله ﷺ: « أدخله علي»، فخرج عمر فأمر أصحابه أن يدخلوا على رسول الله ﷺ، ثم يحترسوا من عمير إذا دخل عليهم، فأقبل عمر وعمير حتى دخلا على رسول الله ﷺ، ومع عمير سيفه، فقال رسول الله ﷺ لعمر تأخر عنه، فلما دنا منه عمير قال: أنعموا صباحا-وهي تحية أهل الجاهلية - فقال رسول الله ﷺ:«قد أكرمنا الله عن تحيتك، وجعل تحيتنا تحية أهل الجنة وهي السلام»، فقال عمير: إن عهدك بها لحديث، فقال رسول الله ﷺ: « قد أبدلنا الله خيرا منها، فما أقدمك يا عمير؟» قال:قدمت على أسير من عندكم، ففادونا في أسرائنا، فإنكم العشيرة والأهل. فقال رسول الله ﷺ:«فما بال السيف في عنقك؟» قال عمير: قبحها الله من سيوف، فهل أغنت عنا شيئا ؟ إنما نسيته في عنقي حين نزلت، ولعمري إن لي بها عبرة. فقال رسول الله ﷺ:«اصدقني ما أقدمك؟» قال: ما قدمت إلا في أسيري، قال رسول الله ﷺ:«فماذا شرطت لصفوان بن أمية في الحجر؟» ففزع عمير وقال : ماذا شرطت له؟ قال:« تحملت له بقتلي على أن يعول بنيك ويقضي دينك، والله تعالى حائل بينك وبين ذلك»، قال عمير: أشهد ألا إله إلا الله وأشهد أنك رسول الله، كنا يا رسول الله نكذبك بالوحي وبما يأتيك من السماء، وإن هذا الحديث كان بيني وبين صفوان في الحجر كما قال رسول الله ﷺ لم يطلع عليه أحد غيري وغيره، فأخبرك الله عز وجل به، فآمنت بالله ورسوله، والحمد لله الذي ساقني هذا المساق. ففرح به المسلمون حين هداه الله تعالى، وقال عمر رضي الله عنه: والذي نفسي بيده لخنزير كان أحب إلي من عمير حين طلع، ولهو اليوم أحب إلي من بعض ولدي. وقال رسول الله ﷺ : «اجلس يا عمير نواسيك»، وقال لأصحابه: علموا أخاكم القرآن، وأطلق له رسول الله ﷺ أسيره، فقال عمير: يا رسول الله، قد كنت جاهدا ما استطعت على إطفاء نور الله تعالى، فالحمد لله الذي ساقني هذا المساق وهداني، فأذن لي فألحق بقريش فأدعوهم إلى الله وإلى الإسلام، لعل الله تعالى أن يهديهم ويستنقذهم من الهلكة. فأذن له رسول الله ﷺ فلحق بمكة، وجعل صفوان بن أمية يقول لقريش: أبشروا بفتح ينسيكم وقعة بدر، وجعل يسأل كل راكب قدم من المدينة: هل كان بها من حدث؟ وكان يرجو ما قال له عمير حتى قدم عليهم رجل من المدينة فسأله صفوان عنه فقال: قد أسلم، فلعنه المشركون، وقالوا: صبأ.

عروہ بن زبیر اور موسیٰ بن عتبہ سے روایت ہے: جب مشرکین شکست خوردہ ہو کر بدر سے مکہ واپس آئے، اور بحکم خداوندی ان میں سے بہت سے سر برآوردہ افراد قتل ہو چکے تھے، تو عمیر بن وہب جمحی صفوان بن امیہ کے پاس آیا، وہ دونوں حجر اسود کے پاس بیٹھ کر بات کرنے لگے۔ صفوان نے کہا: بدر میں قتل ہونے والوں کی وجہ سے ہماری زندگی

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

انتہائی قبیح اور بد مزہ ہوگئی ہے۔ عمیر نے کہا: ہاں! ایسا ہی ہے، ان کے قتل ہونے کے بعد اب زندگی میں کوئی بھلائی باقی نہیں رہی۔ اگر میرے ذمہ یہ قرض نہ ہوتا۔ جس کی ادائگی کی ابھی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اور مجھے اپنے اہل و عیال کی فکر دامن گیر نہ ہوتی جن کا میری عدم موجودگی میں کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔ تو ضرور میں محمد (ﷺ) کے پاس جاتا اور ان کو قتل کر کے آجاتا اور میرے پاس ان سے قریب جانے کا ایک بہانہ بھی ہے، میں وہی بہانہ پیش کر کے ان سے قریب ہوجاتا۔ میں ان سے کہتا کہ میں اپنے قیدی بیٹے سے ملنے آیا ہوں۔

اس کی باتیں سن کر صفوان بہت خوش ہوا اور اس سے کہا: تمھارا قرض میرے ذمہ ہے اور تمھارے اہل و عیال بھی میرے بچوں کی طرح میرے سر پرستی میں رہیں گے، میں ان کی کفالت کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں، صفوان نے عمیر کو اس کام کے لیے آمادہ کیا، سامان سفر تیار کیا، عمیر کی تلوار صیقل کرائی اور اسے زہر آلود کیا۔ عمیر نے صفوان سے کہا: ہمارے اور تمھارے درمیان ہونے والی اس گفتگو کو ابھی کسی پر ظاہر نہ کرنا، پھر عمیر سفر کرتا ہوا مدینہ منورہ پہنچا، مسجد نبوی کے دروازے پر اپنی سواری سے اترا، اپنی سواری باندھی، اپنی تلوار سنبھالی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے لگا اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ وہ انصار کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھ کر بدر کے واقعے کے سلسلے میں بات کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر کر رہے تھے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمیر کے پاس تلوار دیکھی تو گھبرا گئے اور کہا: تم لوگوں کے پاس یہ کتا پہنچ گیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے جس نے بدر کے میدان میں دشمنوں کو ہمارے اوپر چڑھائی کے لیے آمادہ کیا۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اندر جاکر رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ عمیر بن وہب مسجد میں گھس آیا ہے، اس نے تلوار بھی لٹکا رکھی ہے، اور وہ شخص فاجر اور دغا باز ہے، یارسول اللہ ﷺ آپ کسی طرح اس سے بے فکر نہ رہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے میرے پاس اندر لے آؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ تم اندر جاؤ اور جب عمیر اندر جائے تو رسول اللہ ﷺ کا خصوصی خیال رکھو، پھر عمیر کے پاس آئے اور اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اس وقت عمیر کے پاس اس کی تلوار بھی تھی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا: پیچھے ہٹ جاؤ۔ جب عمیر رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا تو اس نے کہا: "أنعموا صباحا" (صبح بخیر) یہ جاہلیت کا سلام تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمھارے سلام سے مستغنی کر دیا ہے اور جنتیوں کا سلام ہمارا سلام مقرر کیا ہے اور وہ «السلام» ہے۔ اس پر عمیر نے کہا: ابھی تو چند ہی دنوں سے آپ یہ سلام کرنے لگے ہیں۔

اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت نے ہمیں بہت بہتر بدل عطا فرمایا ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ یہاں کس لیے آئے ہو؟

عمیر نے کہا: میرے قیدی جو تمھارے پاس ہیں انھیں لینے کے لیے آیا ہوں، تم ہمارے قبیلہ اور خاندان کے ہو ہمارے قیدیوں کا فدیہ لے لو اور ان کو چھوڑ دو۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گردن میں یہ تلوار کیوں آویزاں ہے؟

عمیر نے جواب دیا: اللہ ان تلواروں کا ستیاناس کرے، ان تلواروں نے ہمیں کبھی کوئی فائدہ نہیں پہنچایا، بات اتنی سی ہے کہ جب سواری سے اترا تو اس کو رکھنا بھول گیا اور گردن میں لٹکی رہ گئی۔ میری زندگی کی قسم میرے لیے اس میں عبرت اور نصیحت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچ سچ بتاؤ کہ تمھارے آنے کا مقصد کیا ہے؟

عمیر نے کہا: اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے آیا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حجر اسود کے پاس بیٹھ کر تم نے صفوان بن امیہ کے ساتھ کیا شرط لگائی ہے۔

یہ سن کر عمیر گھبرا گیا، اور کہنے لگا کہ میں نے تو کوئی شرط نہیں لگائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اس شرط پر میرے قتل کی ذمہ داری لی ہے کہ صفوان بن امیہ تیرے اہل و عیال کی کفالت کرے گا اور تیرا قرض بھی ادا کرے گا، مگر میرے اور تیرے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔

یہ سن کر عمیر نے کہا: « أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أنك رسول الله »، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہم وحی کے بارے میں اور آسمان سے جو کچھ آپ لائے ہیں اس کی تقریب

کرتے تھے، یقیناً حجر اسود کے پاس ہمارے اور صفوان بن امیہ کے درمیان یہی بات طے پائی تھی جو آپ نے بیان فرمائی ہے اور میرے اور صفوان کے علاوہ کوئی اور اس بات کو نہیں جانتا تھا، پھر اللہ ربّ العزت نے آپ کو آگاہ کردیا، میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ہے اور وہی ستائش کے لائق ہے، اس نے مجھے حق کا راستہ دکھایا۔

عمیر کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس وقت عمیر یہاں آیا مجھے اس سے خنزیر سے زیادہ نفرت تھی مگر آج وہ میرے بعض بیٹوں سے زیادہ مجھے عزیز ہے۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمیر! بیٹھ جاؤ، ہم تمھارے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کو قرآن سیکھاؤ اور پھر ان کے قیدی کو بھی آزاد کردیا۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایمان لانے سے پہلے میں نور الٰہی (اسلام) کو مٹانے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے سیدھا راستہ دکھایا اور مجھے ہدایت سے نوازا، میری خواہش ہے کہ آپ مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں قریش کے پاس جاکر انھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلاؤں (تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دوں)، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مجھے امید ہے کہ انھیں بھی ہدایت دے گا اور انھیں ہلاکت سے بچالے گا، آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اجازت مرحمت فرمائی پھر وہ مکہ تشریف لے گئے۔

صفوان بن امیہ مکہ میں ان کی جانب سے خبر کا منتظر تھا وہ قریش سے کہتا تھا: تمھارے پاس ایسی خبر آنے والی ہے کہ تم بدر کا واقعہ بھول جاؤ گے، مدینہ سے آنے والے ہر شخص سے وہ سوال کرتا تھا کہ کیا وہاں کوئی نئی بات رونما ہوئی ہے، اسے امید تھی کہ عمیر نے جو اس سے کہا ہے وہ اسے ضرور پورا کرے گا۔ ایک شخص مدینہ سے مکہ آیا، صفوان بن امیہ نے اس سے عمیر کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ تو مسلمان ہو گیا ہے، مشرکین مکہ نے عمیر کو برا بھلا کہنا شروع کردیا اور کہا کہ وہ بھی وہاں جاکر اپنے دین سے پھر گیا۔

☆☆☆

(ص:10 کا بقیہ)۔۔۔

قرآن نے متعدّد مقامات پر مختلف اشیا کی تسبیح کا ذکر کیا اور بعض مقامات پر اس حقیقت سے آگاہی دی کہ ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، اس سلسلے میں سب سے جامع اور مشہور آیت یہ ہے، فرمایا:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا۔ [سورۂ اسراء:44]

ساتوں آسمان، زمینیں اور جو بھی ان میں ہیں سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور ہر شے اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے، بے وہ بہت حلم والا خوب بخشنے والا ہے۔

جن وانس اور فرشتوں کا تسبیح کرنا سمجھ میں آتا ہے، لیکن حیوانات وبہائم اور نباتات وجمادات وغیرہ کا تسبیح بیان کرنا سمجھ میں آتا، اسی لیے علمائے تفسیر نے تمام اشیا کی تسبیح کے حوالے سے مختلف توجیہات پیش کی ہیں، علامہ غلام رسول سعیدی صاحب قبلہ اس آیت کے تحت تفسیر زاد المسیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

انسان کی تسبیح معلوم ومشاہد ہے، اور حیوان کی تسبیح ہو سکتا ہے کہ آواز کے ساتھ ہو، اور ہو سکتا ہے کہ اس تسبیح یہ ہو کہ اس کا حال اس کے پیدا کرنے والے پر دلالت کرتا ہے۔ اور جمادات کی تسبیح کے متعلق تین قول ہیں۔

(1)- ان کی تسبیح اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (2)- ان کا اللہ کے لیے خشوع وخضوع کرنا ان کی تسبیح ہے۔ (3)- ان کا اپنے خالق اور صانع پر دلالت کرنا یہی ان کی تسبیح ہے۔ [تبیان القرآن، تفسیر متعلقہ آیت]

خلاصہ کلام یہ کہ ہر شے اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتی ہے، اور بزبان حال غافل بندوں سے کہتی ہے کہ اللہ کی تسبیح بیان کرو کہ اللہ کو تسبیح بہت پسند ہے، تسبیح اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے، انبیا کا طریقہ ہے، فرشتوں کا وظیفہ ہے، اور محبوبان بارگاہ کا مشغلہ ہے، یہی تسبیح دنیا میں ہر کامیابی کا زینہ ہے، اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے، اسی لیے ضروری ہے کہ ہمہ وقت تسبیح کی جائے، بطور خاص ہر نماز کے بعد تسبیح فاطمی کا اہتمام کیا جائے، صبح وشام سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم کا خوب ورد کیا جائے، اسی میں ہماری دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ ❋❋❋

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

شوہر اگر نان ونفقہ نہ دے تو عورت کیا کرے؟

حضور ایک مسئلہ ہے وہ یہ کہ ایک عورت ہے جس کا شوہر حقوق زوجیت ادا نہیں کرتا، بار بار بھاگ جاتا ہے، ظلم وزیادتی بھی کرتا ہے۔ عورت کو کوئی اولاد بھی اس سے ابھی تک نہیں ہے۔ بار بار بیوی نے اسے مواقع دیے تاکہ شوہر خود کو درست کرلے مگر وہ اپنے سابقہ روش پہ ہی ہے۔

عورت نے اس شوہر کی اجازت سے ایک بچہ بھی گود لیا ہے مگر اس کی کفالت بھی نہیں کرپاتا ہے عورت خود ہی اس بچہ کی کفالت کر رہی ہے اور اس شوہر کی بہت بری عادات بھی ہیں جیسے کہ جوا کھیلنا اور لوگوں سے بڑی بڑی رقمیں بطور قرض لے لیتا ہے اور بیوی پر دباؤ بناتا ہے کہ اپنے میکے والوں سے قرض کی ادائگی کراؤ۔ بیوی اس طرح کی ظلم وزیادتی آج سترہ سال سے برداشت کر رہی ہے۔ ان تمام ظلم و زیادتی کی وجہ سے کہ برداشت سے باہر ہے اب اس شوہر سے چھٹکارا چاہتی ہے اور بہر حال اس سے شرعی طور پر الگ ہوجانا چاہتی ہے شوہر طلاق نہیں دیتا اور نہ ہی خود کو سدھارنے کی کوشش کرتا ہے عورت خلع یا کسی شرعی صورت سے اس سے الگ ہونا چاہتی ہے۔ حضور برائے کرم رہنمائی فرمائیں آپ کا کرم ہوگا۔

الجواب: یہ عورت خلع کرالے سب سے آسان راستہ یہی ہے یا طلاق لینے کی کوئی صورت ہو تو سمجھا بجھا کر وہ صورت اپنائے جب تک شوہر طلاق نہ دے گا یا خلع نہ کرے گا یہ اس سے آزاد نہ ہوگی نہ دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے اور اگر طلاق یا خلع کی صورت کسی طرح ممکن نہ ہو تو پھر یہ مسئلہ وہاں کے سنی قاضی شریعت کے حضور پیش کیا جائے وہ قاضی بعد تحقیق اپنے اختیار شرعی سے وہ نکاح فسخ کرسکتے ہیں۔ اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب "مجلس شرعی کے فیصلے"، جلد اول۔ جہاں قاضی شریعت نہ ہو جو فقیہ مرجع فتوی ہو ،اعلم اور افقہ ہو۔ وہ من جانب اللہ از خود قاضی شریعت ہے، جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد ششم میں اس کی صراحت ہے۔

واللہ تعالی اعلم۔

تارکِ سنن وواجبات کی امامت کا حکم

کیا فرمائے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع عظام مسئلہ ذیل میں کہ :زید ایک عالم دین ہے اور امامت کے منصب پر فائز ہے بقول صدر مسجد امام صاحب سنن و واجبات مستحبات ترک کرتے ہیں، تو اب امام صاحب پر کیا حکم شرع عائد ہوگا؟ اور کیا امام صاحب کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟

مزید یہ ارشاد فرمادیں کہ اس بنا پر امام صاحب سے مقتدیوں کو اظہار ناراضگی اختیار کرنا کیسا؟ جواب مرحمت فرمادیں، عین وکرم ہوگا

الجواب:(1) مسجد کمیٹی کے صدر نے امام صاحب کا جو حال بیان کیا ہے وہ افسوس ناک ہے، اگر واجب اور سنت مؤکدہ کا ترک امام صاحب کی عادت ہو اگر چہ وہ سنن وواجبات نماز کے سوا کے ہوں تو امام صاحب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جسے دوبارہ پڑھنا واجب ولازم ہے اس وجہ سے امام سے مقتدیوں کی ناراضگی بجا ہوگی۔

مستحبات کا ترک نہ چاہیے اولی یہی ہے مگر اس کی وجہ سے کوئی عذاب یا عتاب یا فسق وغیرہ کا حکم نہ ہوگا

ایک یا دو بار کسی واجب یا سنت کے ترک سے کوئی سخت گرفت نہ ہوگی، نہ ہی امامت مکروہ تحریمی قرار پائے گی اور ترک تین بار یا زیادہ ہوجائے تو وہ قابل مواخذہ و گرفت ہے۔

کوئی نادراً سنت مؤکدہ کا ترک کرے تو مستحق عتاب ہے اور اس کی عادت بنالے تو مستحق عذاب ہے کہ سنت مؤکدہ کے ترک کی عادت ترک واجب کے حکم میں ہے اور واجب کا ایک بار قصداً چھوڑنا گناہ صغیرہ ہے اور چھوڑنے کی عادت بنالینا گناہ کبیرہ اور فقہا فرماتے ہیں کہ جو شخص علانیہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے وہ فاسق معلن ہے اس لیے جو شخص تین بار یا زیادہ کوئی واجب ترک کرے تو وہ فاسق معلن

ہوگا جس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے، غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم

در مختار میں ہے: کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا .

امام صاحب کو چاہیے کہ ہرگز ہرگز کوئی واجب ترک نہ کریں اور کوشش کریں کہ سنت مؤکدہ بھی ترک نہ ہونے پائے کہ تین بار سنت مؤکدہ کے ترک سے آدمی گناہ گار ہو جاتا ہے اور تین بار واجب کے ترک سے گناہ کبیرہ سے آلودہ ہو جاتا ہے۔

اور علانیہ مستحبات کا ترک بھی امام کو نہ چاہیے عوام میں ابھی اس قدر حیات باقی ہے کہ وہ خود جیسے بھی ہوں مگر اپنے امام اور پیشوا کو ورع اور تقوی کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں، یوں بھی شریعت نے اورع واتقی کو امامت کے لیے احق بتایا ہے اس لیے امام صاحب عوام کی ناراضگی سے کبیدہ خاطر نہ ہوں بلکہ اپنی شخصیت کو ان کے سامنے تقوی شعار ثابت کریں۔

یہ تو واجبات اور سنن و مستحبات کے ترک کا حکم ہوا۔

واللہ تعالی اعلم۔

(2) مگر سوال میں جن دو باتوں کا ذکر کیا گیا ہے اب ہم ان پر بھی تھوڑی روشنی ڈالتے ہیں:

مسواک سنت مؤکدہ ہے اور جب دانت صاف، بو سے پاک ہو تو مسواک نہ ہونے کی صورت میں دانتوں پر انگلی ملنا بھی کافی ہے۔

مسواک میں دو سنتیں ہیں ایک درخت کی تر شاخ ہونا، مثلا زیتون، پیلو یا نیم کی شاخ دوسرے دانتوں کو صاف کرنا۔

ٹوتھ پیسٹ اور برش سے دانتوں کو صاف کرنے کی سنت ادا ہو جاتی ہے مگر پہلی سنت ادا نہیں ہوتی کہ برش درخت کی تر شاخ یا مسواک نہیں ہے، مسواک تو زیتون، پیلو اور نیم وغیرہ کی تر شاخ ہوتی ہے اور برش سے پیلو وغیرہ کی افادیت بھی حاصل نہیں ہو پاتی اس لیے مسواک کی سنت اس سے حاصل نہیں ہوتی۔

مگر آج کے زمانے میں لوگ کثرت سے برش اور ٹوتھ پیسٹ استعمال کرتے ہیں جو عوام و خواص سب میں رائج و مشترک ہے اور سب کا معمول ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پیلو وغیرہ کی مسواک ہر جگہ اور ہر علاقے میں کثرت سے دست یاب نہیں جب کہ برش اور ٹوتھ پیسٹ ہر علاقے میں اور ہر جگہ کثرت کے ساتھ دست یاب ہے لوگوں نے سہولت و آسانی کے پیش نظر اسے اختیار کر لیا اور انھیں اس کا احساس بھی نہیں رہا کہ وہ اس بارے میں سنت کا ایک جز چھوڑ رہے ہیں، بلکہ بعض علما نے تو اسے اداے سنت کے لیے کافی بھی سمجھا اور ایک حد تک اس سے سنت ادا بھی ہوتی ہے تاہم اصل مسواک جو پیلو وغیرہ کی تر شاخ کا نام ہے وہ غفلت و بے توجہی کے باعث یک گونہ چھوٹ رہی ہے۔

اس تشریح سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ مسواک کا اصل مقصود ٹوتھ پیسٹ اور برش سے ادا ہو جاتا ہے جس سے دانت صاف ہو جاتا ہے اور منھ میں بو نہیں رہ جاتی اس لیے اگر کوئی شخص اسی پر اکتفا کرے تو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہ سنت مؤکدہ کا تارک ہے اور اس کا عادی ہونے کی وجہ سے وہ گناہ گار ہے اور اس کی وجہ سے اس کی امامت میں خرابی لازم آ رہی ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ مسلمانوں کو مسواک کی سنت بالکل ترک نہیں کرنی چاہیے خاص طور پر عالموں، اماموں اور پیروں کو اسے ضرور استعمال کرنا چاہیے تاکہ حضور جان نور ﷺ کی یہ سنت زندہ رہے اس حیثیت سے عوام مسلمین اگر امام کو مسواک کا خوگر دیکھنا چاہتے ہیں تو اچھی بات ہے مگر یہ بات بس پسندیدگی کی حد تک رہنی چاہیے۔

اور مسجد میں جاتے وقت پہلے داہنا قدم اندر داخل کرنا اور واپس آتے وقت داہنا قدم آخر میں نکالنا مسجد کے آداب سے ہے امام صاحب کو اس کا لحاظ کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان کے اتباع سنت کی عظمت بیٹھے۔

مختصر یہ کہ بات اگر پیلو وغیرہ کی مسواک، ٹوتھ پیسٹ، برش اور مسجد کے ادب مذکور تک ہے تو امام فاسق نہیں اسے امام بنانا جائز اور اس کے پیچھے نماز درست ہے عوام خود بھی ان باتوں کی پابندی کریں اور امام صاحب بھی پابند ہوں اور اس طرح کے امور میں ایک دوسرے کو نرمی کے ساتھ توجہ دلائیں اور اعتراض سے بچیں۔

اور اگر واقعی امام صاحب سنن موکدہ اور واجب ترک کرتے ہوں تو مجمع عام میں اس سے توبہ کریں اور وعدہ کریں کہ اب ایسی تقصیر نہیں کریں گے اور سنن موکدہ اور واجبات کے پابند ہو جائیں تو مسلمان ان کی امامت برقرار رکھیں ورنہ معذرت کر لیں، واقعہ کیا ہے مجھے معلوم نہیں اس لیے ہم نے ہر صورت کا حکم بیان کر دیا۔ واللہ تعالی اعلم.

☆☆☆

فکر امروز

جہیز مخالف مذہبی وحکومتی تحریکیں ضرورت واہمیت

عبدالخبیر اشرفی مصباحی

انسانی زندگی ایک سنگم ہے -اعلیٰ وادنی قدروں کا جمگھٹ ہے، بعض زندگیاں اعلی قدروں سے پُرہیں، بعض زندگیاں ان سے دور ہیں، خوب صورتی، بہترین شکل، اونچی تعلیم، اچھی تربیت، اخلاق بلندی اور رفتار وگفتار کی نرمی زندگی کی اعلیٰ قدریں ہیں- جہیز کی ظالمانہ رسم نے ان سب کو پیچھے چھوڑدیا ہے- آج کل شادی میں سب سے پہلی چیز جو دیکھی جاتی ہے، وہ سامان جہیز ہیں، لڑکی کتنی دولت ساتھ لا سکتی ہے، یہی مقصد نکاح بن گیا ہے، ہوس دولت نے ہر اعلیٰ قدر کو شکست دے رکھی ہے. جہیز ایک لعنت ہے لوگوں نے اسے تہذیب و تمدن سمجھ لیا ہے، جہیز ایک ہوس ہے لوگوں نے اسے رسم بنالیا ہے، جہیز ایک حرص ہے لوگوں نے اسے رواج بنالیا ہے، اس رسم ورواج کو گلے لگانے کی وجہ کیا ہے؟ لڑکے والے غریب ہیں؟ نادار و تنگ دست ہیں؟ افلاس وبھکمری کے شکار ہیں؟ ان کی مدد کی ضرورت ہے؟ نہیں! ہرگز یہ وجہیں نہیں ہیں اور نہ ہی یہ وجہ ہے کہ لڑکی سیرت وصورت میں بری ہے۔تعلیم وخاندان کے اعتبار سے نیچ ہے- اس لیے اچھے رشتوں کی کمی ہے، بلکہ یہ رسم انسانی حرص ولالچ کی شاخسانہ ہے- لالچی مزاج لوگوں کی حریصانہ تمنا ہے۔متمول لوگوں کی نمائش وریا کا نتیجہ ہے۔

آج کل شادیاں کامرشیل ہوتی جارہی ہیں، شادیوں کو لوگوں نے کمائی کا ذریعہ بنالیا ہے، انہیں سورس آف انکم کے طور پر دیکھا جارہا ہے، زیادہ تر تعلیم یافتہ گھرانے اس میں پیش پیش ہیں، جن کے بچے زیادہ تعلیم یافتہ ہیں ان کی ڈیمانڈس زیادہ ہوتی ہیں، لڑکی زیادہ پڑھی لکھی ہے، اس کے گھر والے کم پڑھے لکھے سے رشتہ کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں، زیادہ جہیز دے کر ہی لائق رشتہ پاتے ہیں۔

جہیز کی لعنت ختم کرنے کے لیے سماج کی سوچ بدلنے کی ضرورت ہے۔اس سلسلے میں اب تک جتنے اقدامات کیے گئے ہیں، وہ ناکافی ہیں یا غیر موئثر ہیں، مزید مذہبی وحکومتی اقدامات کی ضرورت ہے- نوجوانوں کو آگے آنے کی ضرورت ہے، مذہبی رہنماؤں کو قدم بڑھانے کی ضرورت ہے- ہاں، جب مذہبی رہنماؤں کی بات آتی ہے توعموماً یہ بات کہی جاتی ہے کہ علماء بھی اس سماجی برائی میں ملوث ہیں۔ ہیں اور یقیناً ہیں، مگر اس لیے نہیں کہ وہ جہیز کی لعنت کو نعمت سمجھتے ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ بھی اسی سماج کا حصہ ہیں۔

جہیز مخالف قانون اور اس کے اثرات:

ہمارے ملک بھارت میں 1961ء میں جہیز مخالف قانون بنا، جہیز لینا دینا ممنوع قرار پایا، اس قانون میں پانچ سال تک جیل کی سزا اور پندرہ ہزار روپے یا جہیز کی مالیت کے برابر جرمانہ ادا کرنے کا انتظام ہے۔اس میں فوج داری قانون کی شق B-304 شامل کی گئی ہے، جس میں جہیز کے مطالبات کی وجہ سے ہونے والی اموات کی صورت میں کم از کم سات سال یا عمر قید کی سزا ہوسکتی ہے، مگر یہ قانون غیر موئثر رہا، جہیز لینے دینے کی روایت اب بھی جاری ہے۔ مسئلۂ جہیز پر کام کرنے والوں کا کہنا ہے کہ: جہیز کی وجہ سے خواتین مشکل حالات کا سامنا کرتی ہیں، انھیں گھریلو تشدد کا شکار ہونا پڑتا ہے -سنگین حالات میں وہ موت کو گلے لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔ جرائم سے متعلق سرکاری اعداد وشمار کے مطابق 2001ء میں مسئلۂ جہیز کی وجہ سے 6851 عورتوں نے موت کو گلے لگالیا- 2012ء میں یہ تعداد بڑھ کر 8223 ہوگئی۔ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق لعنتِ جہیز کی وجہ سے اس وقت ہر گھنٹے میں ایک عورت کی جان جارہی ہے- یعنی ہر سال کم از کم 8760 عورتیں موت کو گلے لگارہی ہیں-

اہل کاران سلطنت نے جہیز کی لعنت کو ختم کرنے کے لیے 1961ء کے بعد 1983ء میں ایک ”جہیز مخالف انتہائی سخت قانون دفعہ A-498 “ متعارف کروایا- اس قانون کے تحت ملزم کو فوری

طور پر گرفتار کیا جا سکتا ہے، دفعہ 498-A، قابلِ سماعت اور نا قابلِ ضمانت جرم ہے، عورتوں نے اس قانون کا غلط استعمال شروع کر دیا، ناراض بیویاں اس کو بطور ہتھیار استعمال کرنے لگیں، اس قانون کے تحت عورت جب چاہے الزام لگا کر شوہر کو گرفتار کرا سکتی ہے، نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کے اعداد و شمار کے مطابق 2012 میں اس قانون کے تحت 47951 خواتین سمیت دو لاکھ کے قریب افراد گرفتار ہوئے مگر ان میں سے صرف 15 فیصد کو سزا ہو سکی، اس قانون کی وجہ سے حکومت کے پاس گھریلو مقدمات کے انبار لگ گئے، نتیجتاً یہ قانون بدنام ہو گیا، مقدمات کی سماعت دیر سے ہونے لگی جس سے مظلوم خواتین کو بھی انصاف ملنے میں غیر معمولی محنت کرنی پڑی۔

دفعہ 498-A، کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے غالباً 27 جولائی 2018ء کو عدالت عظمیٰ [Suprem Court] میں جسٹس آدرش گوئل اور جسٹس اودے امیش للت کی بینچ نے فوری گرفتاری پر روک لگا دی تھی اور پولیس کو حکم کیا تھا کہ وہ ملزم کو فوری گرفتار کرنے کے بجائے نو نکات کی ایک چیک لسٹ پُر کر لیں تاکہ گرفتاری کے عمل پر فریقین کی توثیق ہو جائے۔ پھر 14 ستمبر 2018 کو عدالت عظمیٰ ہی میں چیف جسٹس دیپک مشرا، جسٹس اے ایم کھانولکر اور جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ کی سہ رکنی بنچ نے اپنے اہم میں فیصلے میں کہا: "جہیز کے لئے ہراساں کرنے کا معاملہ درج ہونے کے فوراً بعد اب متاثرہ خاتون کے شوہر اور ان کے سسرال والوں کو گرفتار کیا جا سکتا ہے" سہ رکنی بنچ نے دو رکنی بنچ کا فیصلہ پلٹ دیا سہ رکنی بنچ نے یہاں تک کہہ دیا کہ "معاملے کی شکایت کی انکوائری کے لئے خاندانی بہبود کمیٹی کی ضرورت نہیں ہے۔ پولیس کو اگر ضرورت محسوس ہوئی تو وہ ملزم کو فوراً گرفتار کر سکتی ہے۔ ملزمان کے لیے پیشگی ضمانت کا متبادل کھلا ہے"۔

حکومتی طور پر قانونی تحریکات کی مختصر روداد قارئین کرام کے سامنے پیش کی گئی، ان تحریکات کے کیا اثرات مرتب ہوئے اس کا سرسری جائزہ بھی لیا گیا۔ ہم اب ایک دو مثالیں عملی تحریکات کی پیش کرنا چاہتے ہیں۔

بہار کی مشہور جہیز مخالف انسانی زنجیر تحریک:

غالباً 21 جنوری 2018ء بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار کی اپیل پر جہیز اور بچپن کی شادی کو روکنے کے لیے انسانی زنجیر بنائی گئی، اس انسانی زنجیر ریلی کا مرکز بہار کی راجدھانی پٹنہ کے تاریخی گاندھی میدان تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ پورا بہار ایک جگہ جمع ہو گیا ہے۔ اس انسانی زنجیر میں اسکول کے بچوں سمیت سماج کے مختلف طبقوں سے وابستہ لوگوں نے شرکت کی تھی، سبھی ایک دوسرے کے ہاتھ تھام کر اس سماجی برائی کے خلاف لڑائی میں ساتھ کھڑے نظر آئے تھے۔ پورے پروگرام کی فوٹو گرافی جدید ڈرون کیمروں کی مدد سے کی گئی تھی، یہ ریلی پٹنہ کے گاندھی میدان سے شروع ہوئی تھی، ریاست کی سرحدوں تک بغیر ٹوٹے پوری کی گئی تھی، ریاستی حکومت کی سرپرستی میں یہ جہیز مخالف تاریخی تحریک تھی، میڈیا کوریج کا زمانہ ہے، اس لیے اس ریلی کو تقریباً ہر گھر میں لوگوں نے دیکھا۔ عوام کے کانوں میں جہیز مخالف باتیں پہنچیں، ان کی آنکھوں نے سماج کے ہر طبقے کو جہیز کی مخالفت میں کھڑا دیکھا۔

بھارت کی مختلف ریاستوں میں جہیز مخالف تحریکیں:

جنوبی بھارتی ریاست تامل ناڈو نے جہیز کی مخالفت میں اچھا اقدام کیا ہے، یہاں 1992ء سے محکمۂ پولیس کی خصوصی یونٹ قائم ہے۔ اس وقت تامل ناڈو میں اس یونٹ کی دو سو شاخیں قائم ہیں۔ جہیز کے تعلق سے آئی شکایتوں کی فوری شنوائی ہوتی ہے، موثر اقدامات کئے جاتے ہیں اور مظلوموں کی دادرسی کی جاتی ہے۔

ریاست کیرالا نے بھی جہیز کی مخالفت میں احسن اقدام کیا ہے، اس ریاست کے چیف منسٹر نے جہیز کو روکنے کے لئے جو فیصلہ لیا ہے، وہ بے مثال ہے۔ انہوں نے کسی بھی کالج میں ایڈمیشن کے لئے طلبہ پر ایک بانڈ پر دستخط کرنا لازم کر دیا ہے، جس کے ذریعے اگر طلبا نے تعلیم کے بعد شادی کے موقع پر جہیز لیا تو ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی ہو سکتی ہے، یہ بہتر اقدام ہے، اس پر عمل کر لیا گیا تو کم از کم پڑھے لکھے سماج میں جہیز کی روایت کم کرنے میں مدد ملے گی۔

بھارت بڑا ملک ہے، اس ملک کی مختلف ریاستیں ہیں، ہر ریاست میں جہیز مخالف تحریکیں کسی نہ کسی صورت میں اٹھتی دبتی رہتی ہیں، ماہرین انسداد جرائم کے مطابق جملہ شہریوں کو جہیز لینے اور دینے سے انکار کرنا چاہیے۔ ہر محاذ پر اس لعنت کے خاتمے کے لیے کوشاں رہنا چاہیے، حکومتوں کو بھی ہر طرح سے آگے آ کر اس شرمناک رواج کے خاتمہ کے لیے مضبوطی کے ساتھ قدم بڑھانا چاہیے۔

(باقی ص:40 پر)

شعاعیں

سزا دینے کے طریقے
سیرت نبوی کی روشنی میں

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی

انسانوں سے غلطی ہونا فطری بات ہے "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" انسان غلطیوں اور خطاؤں کا مرکب ہے۔ غلطی ہونا، بھول جانا یہ حقیقت ہے سب کے ساتھ یہ قدرتی امر لگا ہوا ہے، کسی کے ساتھ کم تو کسی کے ساتھ زیادہ، مذہب اسلام نے جس طرح ہر خرابی کی بھلائی کے طریقے بتائے ہیں اسی طرح غلطی ہو جانے سے کیا کرنا ہے، کیا نہیں کرنا ہے اس کی تعلیم دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ فرمایا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت کر لی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں ایک غلام دستیاب ہے جسے تم آزاد کر دو؟ اس نے عرض کیا: جی نہیں۔ فرمایا: کیا تم مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ فرمایا: کیا تمھارے پاس اتنا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ وہیں تشریف فرما رہے۔ اسی اثنا میں نبی اکرم اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ٹوکرا پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا: جی میں ہوں۔ فرمایا: یہ لے کر صدقہ کر دو۔ وہ بولا: اللہ کے رسول! کیا اپنے سے زیادہ غریب آدمی پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم! سنگریزوں والے دونوں قطعات کے درمیان (یعنی پورے مدینہ میں) مجھ سے غریب گھر موجود نہیں۔ نبی اکرم اللہ ﷺ کھل کر مسکرائے حتی کہ آپ ﷺ کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔ پھر فرمایا: اپنے گھر والوں کو کھلا دینا۔ (صحیح بخاری)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حسان کے قلعہ کے بلند حصہ کے سائے میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی حاضرِ خدمت ہوا اور بولا: اللہ کے رسول ﷺ! میں تو جل گیا۔ فرمایا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے روزے کی حالت میں بیوی سے مقاربت کی ہے۔ راوی کہتے ہیں: یہ رمضان کا واقعہ ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: بیٹھ جائو۔ وہ دوسرے لوگوں میں جا بیٹھا۔ تب ایک آدمی گدھے پر کھجوروں کی بوری لے کر حاضر ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ یہ میری طرف سے صدقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کہاں ہے جو ابھی جل گیا تھا؟ اس نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! فرمایا یہ لے لو اور صدقہ کر دو۔ اس نے کہا: صدقہ مجھ پر اور میرے لیے کرنے کے علاوہ اور کہاں جائے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میرے پاس اور میرے بیوی بچوں کے پاس کچھ بھی نہیں۔ فرمایا تب اسے لے لو۔ چنانچہ اس نے وہ کھجوریں لے لیں۔ (مسند احمد 276/6)

غلطی کرنے والے سے مل کر تبادلہ خیال کرنا: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میرے والد نے ایک معزز خاندان کی ایک خاتون سے میری شادی کر دی۔ وہ اپنی بہو کی خیریت کا پتہ کرنے آتے اور اس سے اس کے خاوند کے بارے میں پوچھتے، وہ کہتی: وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ جب سے ہم ان کے پاس آئے ہیں وہ ہمارے بستر پر نہیں بیٹھے، نہ ہمارا کپڑا اٹھا کر دیکھا۔ جب کافی عرصے تک یہی کیفیت رہی تو انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ بات ذکر کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس لانا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: تم روزے کس طرح رکھتے ہو؟ میں نے کہا: ہر روز۔ فرمایا قرآن کتنی دنوں میں ختم کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہر رات۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہر مہینے میں تین روزے رکھو اور ایک مہینے میں قرآن پڑھو۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ (عمل کرنے کی) طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: ہفتے میں تین روزے رکھو۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: دو دن چھوڑ کر ایک دن روزے رکھو۔ میں نے عرض کیا: اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: تو

سب سے افضل روزہ رکھ لو۔ یعنی داؤد علیہ السلام کا روزہ، ایک دن روزہ رکھو ایک دن چھوڑو اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو۔ کاش! میں نے رسول اللہ ﷺ کی رخصت قبول کرلی ہوتی۔ اب میں بوڑھا اور کمزور ہوگیا ہوں (اور اتنی عبادت آسانی سے نہیں کرسکتا۔ (راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ دن کے وقت قرآن کا ساتواں حصہ کسی کو سنا لیتے تھے تاکہ رات کو پڑھنے میں آسانی ہو اور جب یہ چاہتے کہ (انہیں روزے رکھنے کی) طاقت حاصل ہوجائے تو کئی دن (مسلسل) روزہ چھوڑ دیتے، بعد میں گن کر پورے کرلیتے۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ جو کام نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں کرتے رہے ہیں، اسے ترک کردیں۔ (صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فی کم یقرء القرآن)

مسند احمد کی روایت میں یہ واقعہ مزید وضاحت سے بیان ہوا ہے اور اس روایت میں مزید کئی نکات بھی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میرے والد نے قریش کی ایک عورت سے میرا نکاح کردیا۔ جب وہ رخصت ہوکر میرے گھر آئی تو میں اس کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا کیونکہ میں اپنے اندر عبادت یعنی نماز اور روزے کی طاقت محسوس کرتا تھا۔ (ایک دن) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بہو کے پاس آئے اور اس سے پوچھا: تم نے اپنے خاوند کو کیسا پایا؟ اس نے کہا: بہت اچھا آدمی ہے، نہ انہوں نے ہمارا کپڑا اُٹھایا، نہ ہمارے بستر پر آئے۔ انہوں نے میرے پاس آکر مجھے بہت سرزنش کی اور فرمایا: میں نے تمھارا نکاح قریش کی اونچے حسب نسب والی عورت سے کیا تو نے اس سے کنارہ کشی کر لی۔ اور تو نے یہ کیا اور وہ کیا (یعنی انہوں نے بہت بُرا بھلا کہا)۔ پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میری شکایت کی۔ حضور ﷺ نے مجھے بلا بھیجا۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا: دن کو روزہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: رات کو قیام کرتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر فرمایا: میں روزے بھی رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے تعلق بھی رکھتا ہوں۔ جو میرے طریقے سے بے رغبتی کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔ پھر فرمایا: ہر مہینے ایک بار قرآن پڑھا کرو۔ میں نے عرض کیا: میں اپنے آپ میں اس سے زیادہ قوت محسوس کرتا ہوں۔ فرمایا: تب دس دن میں قرآن پڑھ لیا کرو۔ میں نے کہا: میں خود کو اس سے زیادہ قوی سمجھتا ہوں۔ فرمایا: تو تین دن میں پڑھ لو۔ اس کے بعد فرمایا: ہر مہینے میں تین دن روزے رکھو۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ قوت رکھتا ہوں۔ آپ اضافہ کرتے رہے حتی کہ فرمایا: ایک دن روزہ رکھو۔ ایک دن نہ رکھو۔ یہ سب سے افضل روزہ ہے اور یہ میرے بھائی داؤد (علیہ السلام) کا روزہ ہے۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر عبادت کرنے والے کا ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش ٹھنڈا پڑجاتا ہے۔ جوش کے ٹھنڈا پڑنے پر وہ شخص یا تو سنت پر قائم رہتا ہے یا بدعت اختیار کرلیتا ہے۔ تو جو شخص ٹھنڈا ہونے پر بھی سنت پر عمل کرتا ہے وہ ہدایت پاجاتا ہے اور جو شخص جوش ٹھنڈا ہونے پر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔ وہ تباہ ہوجاتا ہے۔

واقعے سے مستنبط بعض مسائل:

☆ نبی اکرم ﷺ نے اس سبب کی طرف توجہ فرمائی جس کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہوا تھا۔ یعنی عبادت میں اس حد تک انہماک کہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی کے لیے وقت نہ بچا جس کے نتیجے میں کوتاہی کا ارتکاب ہوا۔

☆ ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرو۔ یہ قاعدہ ہر اس شخص پر منطبق (نافذ) ہوتا ہے جو نیکی کے کاموں میں حد سے زیادہ مشغول ہو مثلاً وہ طالب علم جو بہت زیادہ اسباق پڑھتا ہے اور وہ مبلغ جو تبلیغ میں اس حد تک منہمک ہوجاتا ہے کہ بیوی کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور اسے شکایت پیدا ہوتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ نیکی کے مختلف کاموں کی ادائیگی میں توازن قائم نہیں رہتا اور وقت کو مستحقین میں تقسیم کرنے پر عدم توازن پیدا ہوجاتا ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ طالب علم اپنے اسباق کے اوقات میں سے اور مبلغ اپنی مصروفیت میں سے اتنی تخفیف کرے کہ گھر کے انتظام اور بیوی بچوں کے حقوق مثلاً اصلاح و تربیت وغیرہ کے لیے کافی وقت بچ سکے۔

غلطی کرنے والے کو صاف طور پر اس کی غلطی بتادینا: صحیح بخاری میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میرا کسی آدمی سے جھگڑا ہوگیا، اس کی ماں عجمی تھی۔ میں نے اس کو ماں کا طعنہ دیا، اس نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: فلاں شخص سے تمھاری گالی گلوچ ہوئی؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: تم نے اس کی ماں کو بُرا بھلا کہا؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ میں نے کہا: اس بڑھاپے میں بھی؟ فرمایا: ہاں۔ وہ (غلام) تمھارا بھائی ہے جنہیں اللہ نے تمھارے قبضے میں دے دیا ہے۔ تو جس کے قبضے میں اللہ نے اس کے بھائی کو کیا ہو، اسے چاہیے کہ جو خود کھائے

اسے کھلائے اور جو خود پہنے وہ اسے پہنائے اور اسے اس کام میں نہ لگائے جو اس پر غالب آجائے (انتہائی دشوار) اور اگر اسے کسی ایسے کام میں لگائے جو اس پر غالب آئے تو اس کی ادائیگی میں اس کی مدد بھی کرے۔ (صحیح البخاری: کتاب الادب باب ما ینھی عن السباب اللعن)

نبی اکرم ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور تمہید اور پوری صراحت سے یہ بات فرمادی کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ صحابی رضی اللہ عنہ اس کو قبول کرلیں گے۔ صراحت ایک مفید ذریعہ ہے جس میں وقت بھی کم لگتا ہے اور محنت بھی زیادہ نہیں کرنی پڑتی اور اصل مقصد بھی بڑی سہولت سے واضح ہوجاتا ہے۔ لیکن اس طریقۂ کار کا استعمال مناسب حالات میں اور مناسب افراد کے ساتھ ہی کیا جاسکتا ہے۔

بعض اوقات عالم غلطی پر صراحت سے تنبیہ کرنے سے اجتناب کرتا ہے جب کہ اس طریقے کے استعمال کے نتیجے میں کوئی بڑی خرابی پیدا ہونے کا خطرہ ہو، یا کوئی بڑا فائدہ ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہو۔ مثلاً غلطی کرنے والا معاشرے میں ممتاز مقام کا حامل ہے یا کسی بلند عہدے پر فائز ہے جس کی وجہ سے وہ اس اسلوب سے کی ہوئی تنقید برداشت نہیں کرتا۔ یا خطرہ ہے کہ صراحت کرنے پر غلطی کرنے والا اپنے آپ کو سخت مشکل میں محسوس کرے گا یا وہ اس قدر حساس طبیعت کا مالک ہے کہ اس سے منفی ردعمل سرزد ہونے کا امکان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غلطی کرنے والا صراحت کے اسلوب کو پسند نہیں کرتا اور اسے برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس میں سامنے ہو کر بات کی جاتی ہے اور تنقید کرنے والا گویا استاد جیسے بلند مقام پر فائز محسوس ہوتا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں غلطی کرنے والا ایک نقص کا حامل اور کم تر مقام پر نظر آتا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ گھما پھرا کر بات کرنے کے بھی منفی پہلو موجود ہیں جو بعض اوقات صراحت کے اسلوب سے بھی زیادہ ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ غلطی کرنے والا یہ محسوس کرسکتا ہے کہ اسے کم عقل سمجھ کر تضحیک کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ ممکن ہے وہ اشاروں کنایوں کی وجہ سے پریشانی محسوس کرے کیونکہ وہ انہیں طنز اور ذہنی اذیت سمجھتا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اسے جو بات سمجھانا مقصود ہے وہ اسے سمجھ ہی نہ سکے۔ کیونکہ کلام کا اصل مقصد پوشیدہ ہے اور غلطی کرنے والے کا ذہن اس تک نہیں پہنچ سکا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ غلطی پر قائم رہے گا۔ ویسے بھی ہر شخص میں قبولیت کی طرف میلان ایک جیسا نہیں ہوتا۔ مزید برآں ایک شخص کے لیے ایک انداز بہتر ہوتا ہے، دوسرے آدمی کیلیے کوئی دوسرا اسلوب بہتر ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات ہر حال میں درست ہے کہ تبلیغ کی کامیابی میں رہنمائی کرتے وقت حسن خلق کا اثر سب سے زیادہ ہے۔

غلطی کرنے والے کو قائل کرنا: غلطی کرنے والے کو قائل کرنے کے لیے اس سے تبادلہ خیال کی کوشش کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس طرح اس کی عقل پر سے وہ پردہ ہٹ جاتا ہے جو حق کی قبولیت میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے، چنانچہ آدمی سیدھی راہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ سنتِ نبویؐ میں سے اس کی ایک مثال طبرانی کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان لڑکا جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے زنا کی اجازت دیجیے۔ لوگوں نے بلند آواز سے منع کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے (حاضرین سے) فرمایا: بس کرو۔ پھر فرمایا: اسے سکون سے بیٹھنے دو۔ اور اسے فرمایا: قریب آجاؤ، وہ قریب آگیا حتی کہ حضور ﷺ کے بالکل سامنے آبیٹھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے مخاطب کرکے فرمایا: کیا تم اپنی والدہ کے لے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے یہ چیز پسند نہیں کرتے۔ کیا تم اپنی بیٹی کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے یہ بات پسند نہیں کرتے۔ کیا تم اپنی بہن کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے یہ چیز پسند نہیں کرتے۔ کیا تم اپنی پھوپھی کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے لیے یہ چیز پسند نہیں کرتے۔ کیا تم اپنی خالہ کے لے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی خالاؤں کے لیے یہ چیز پسند نہیں کرتے۔ پھر حضور ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ اس کے سینے پر رکھا اور فرمایا: اَللّٰھُمَّ کَفِّرْ ذَنْبَہٗ وَ طَھِّرْ قَلْبَہٗ وَ حَصِّنْ فَرْجَہٗ ۔

اے اللہ! اس کا گناہ معاف کردے، اس کے دل کو پاک کردے اور اسے پاک دامنی تھی عطا فرما۔

(مسند احمد 5/256، 257۔ المعجم الکبیر الطبرانی)

غلطی کرنے والے کو احساس دلانا: بعض اوقات غلطی کرنے والا من گھڑت اور ناقابل قبول وجوہات تراش کر اپنی غلطی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ خصوصاً جب کہ معاملہ اچانک ظاہر ہو

جائے اور وہ ذہنی طور پر اس کے لیے تیار نہ ہو۔ بعض اوقات چھوٹا بہانہ کرتے ہوئے زبان اٹکتی ہے۔ خاص طور پر جب آدمی صاف دل والا ہو اور اسے جھوٹ بولنا نہ آتا ہو۔ اگر مربی کے سامنے اس قسم کے آدمی کا کوئی معاملہ آئے تو وہ کون سا طریق کار اختیار کرے؟ مندرجہ ذیل قصہ اگر صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابی کے ساتھ بڑا خوبصورت اور مبنی برحکمت موقوف سامنے آتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مربی کس طرح غلطی کرنے والے کو ایک تسلسل کے ساتھ غلطی کا احساس دلا سکتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنی غلطی سے دستبردار ہو کر اصلاح کر لے۔

حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی میں مرالظہران (مکّہ کے قریب ایک مقام) پر پڑاؤ ڈالا۔ میں اپنے خیمے سے نکلا، اچانک مجھے کچھ خواتین باتیں کرتی نظر آئیں۔ مجھے یہ منظر اچھا لگا۔ میں نے واپس اپنے خیمے میں جا کر اپنا بقچہ نکالا۔ اس میں سے ایک حلہ (عمدہ جوڑا) نکال کر پہنا اور ان کے پاس آ بیٹھا۔ (اچانک) رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ (مجھے عورتوں کے پاس بیٹھے دیکھ کر) فرمایا: اے ابو عبداللہ: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو میں خوفزدہ ہو گیا اور مجھ سے کوئی بات نہ بن پائی۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! میرا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے میں اس کے لیے رسّی کی تلاش میں ہوں۔ حضور علیہ السلام چل دیے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے اپنی چادر میرے پاس رکھ دی (مطلب یہ تھا کہ یہیں رکے رہو) اور خود (قضائے حاجت کے لیے) درختوں میں تشریف لے آئے۔ مجھے درختوں کے سبز رنگ میں سے آپ کی کمر مبارک کی سفیدی نظر آ رہی تھی۔ فارغ ہو کر آپ نے وضو کیا اور تشریف لائے تو آپ ﷺ کی ریش مبارک سے پانی ٹپک ٹپک کر سینے مبارک پر گر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ابو عبداللہ! تمھارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ اس کے بعد ہم روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے جب بھی رسول اللہ ﷺ مجھے ملتے تو فرماتے: السلام علیکم، اب عبداللہ! تمھارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ یہ کیفیت دیکھ کر میں تیزی سے سفر کر کے مدینہ پہنچ گیا۔ میں نے مسجد میں آنا اور نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں بیٹھنا چھوڑ دیا۔ جب کافی دن گزر گئے تو میں ایسے وقت مسجد کی طرف چلا جب وہ (نمازیوں سے) خالی ہو، میں وہاں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ جناب رسول اللہ ﷺ بھی کسی حجرہ شریف میں سے نکل کر تشریف لے آئے اور ہلکی سی دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نے نماز لمبی کر دی کہ شاید حضور ﷺ مجھے چھوڑ کر تشریف لے جائیں۔ آپ نے فرمایا: ابو عبداللہ! جتنی لمبی چاہے نماز پڑھو، جب تک نماز سے فارغ نہیں ہو گے میں بھی نہیں اٹھوں گا۔ میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور جناب رسول اللہ ﷺ سے معذرت کر لوں گا اور اپنے بارے میں حضور علیہ السلام کا دل صاف کر دوں گا۔ جب میں نے نماز سے سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابو عبداللہ! السلام علیکم، تمھارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، وہ اونٹ تو جب سے میں مسلمان ہوا ہوں، کبھی نہیں بھاگا۔ حضور ﷺ نے تین بار فرمایا: اللہ تجھ پر رحمت فرمائے۔ اس کے بعد آپ نے دوبارہ بات نہیں فرمائی۔ (المعجم الکبیر الطبرانی 303/4) (اس کی سند منقطع ہے کیونکہ زید بن اسلم نے حضرت خوات رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سنی)

یہ تربیت کا ایک عمدہ درس ہے، اور ایسے پُر حکمت طریق کار کی مثال ہے جس سے مطلوبہ نتیجہ حاصل ہو گیا۔ اس واقع سے مندرجہ ذیل مسائل بھی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

☆ مربی کی ایک ہیبت ہے، چنانچہ جب وہ غلطی کے مرتکب کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ شرم محسوس کرتا ہے۔

☆ مربی کے سوالات باوجود مختصر ہونے کے اور مربی کی نظریں بہت کچھ سمجھا دیتی ہیں اور ان کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے۔

☆ من گھڑت عذر جس میں واضح خلل اس کو غلط ثابت کر رہا ہے، اسے سن کر بحث نہ کرنا اور عذر کرنے والے سے اعراض کر لینا، یہ احساس دلانے کے لیے کافی ہے کہ اس کا عذر قبول نہیں ہوا اور یہ چیز اسے توبہ اور معذرت کی طرف مائل کرتی ہے۔ یہ نکتہ اس حدیث کے ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ "حضور ﷺ چل دیئے"

☆ اچھا مربی وہ ہے جو غلطی کرنے والے کے دل میں حیا کا احساس بھی پیدا کر دے جس کی وجہ سے وہ اس سے روپوش رہنا چاہتا ہے اور یہ احساس بھی پیدا کرے کہ اسے اس کے پاس حاضر ہونے کی ضرورت ہے اور آخر کار دوسرا احساس پہلے پر غالب آ جائے۔

☆ اس قسم کے حالات میں جب غلطی کا مرتکب اپنا موقف تبدیل کر لیتا ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی غلطی کا معترف ہے اور اس سے رجوع کر رہا ہے۔ ****

ترغیبِ عمل

بزرگوں سے وابستگی قرآن کا حکم ہے

مفتی توفیق احسن برکاتی

قرآن مجید کلام ربانی ہے اور اس کا ہر ارشاد لازم الاتباع ہے، اللہ و رسول کی بارگاہ میں کوئی بھی مقبولیت اور برگزیدگی قرآن مجید پر عمل کے بغیر کسی کو نہیں مل سکتی۔ اس لیے ہر بندۂ مومن پر لازم ہے کہ قرآن مجید سے اپنا ایمانی و روحانی تعلق باقی رکھے، کثرت سے اس کی تلاوت کرے، اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھے اور اس کے احکام و فرامین پر عمل بھی کرتا رہے تو وہ دین و دنیا میں کامیاب و کامران رہے گا۔ قرآن مجید ہماری شریعت کا پہلا بنیادی ماخذ اور سب سے معتبر حوالہ ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ وعدوں اور وعیدوں میں کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں ہو سکتی، اس کی بشارتیں کسی قیمت پر رد نہیں ہو سکتیں۔

قرآن مجید میں احکام ظاہر بھی ہیں اور رموز باطن بھی، محکم آیتیں بھی ہیں اور متشابہات بھی۔ ہمیں حکم ہے کہ محکم پر عمل پیہم اور متشابہ پر یقین کریں۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ شریعت کا علم نہ ہو تو احکامِ شرع پر عمل نہیں کیا جا سکتا، اسلام نے ہمیں حکم دیا ہے کہ مکلف ہونے تک احکام شرع سے اتنی واقفیت ضرور حاصل کر لی جائے کہ عمل کرنے میں دشواری نہ ہو اور عبادت و ریاضت میں نقص و عیب و فساد کو راہ نہ ملے۔ اس لیے اللہ عزوجل کے تمام انعام یافتہ اور احسان یافتہ بندوں نے پہلے شریعت کا علم سیکھا، پھر عبادتوں اور مجاہدوں میں مشغول ہوئے اور اہل اللہ قرار پائے۔

یاد رکھیں! ان اللہ والوں کے متعلق یہ سوچا نہیں جا سکتا کہ انھیں احکام شرع نہیں معلوم یا وہ مرادِ الٰہی و مرضیِ مولیٰ کے خلاف اقدام کرتے ہیں یا ان کے معمولات میں ایسی چیزیں ہیں جو قرآن اور صاحبِ قرآن سے ان کا رشتہ کمزور کر دیتی ہیں۔ کیوں کہ قرآن سے سچی وابستگی اور اللہ و رسول کے مرضی میں خود کو فنا کیے بغیر کوئی ''اہل اللہ'' نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے نیک بندوں کے احوالِ زندگی کا مطالعہ کرنے پر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ''فنائیت'' کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور ان کی زندگی میں اتباعِ رسول کا رنگ کافی نکھرا اور ستھرا تھا۔ اگر ان اولیاے کرام سے متعلق کوئی یہ سوچے کہ قرآنی منہج اور نبوی اصول کے برخلاف وہ خود ساختہ معمولات کے پابند تھے اور ان کی عملی زندگی قرآن کی مراد اور صاحب قرآن کی رضا کے خلاف گزرتی تھی یا وہ اپنے متبعین کو ایسے معمولات کا پابند بنانا چاہتے تھے جو فیشن زدگی کے ذیل میں آتے ہیں تو یہ الزام تراشی اور دشنام طرازی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ نظریہ خود قرآنی منہج کی کھلی ہوئی خلاف ورزی ہے۔ یہ دعویٰ بھی نہیں کیا جا سکتا کہ انھیں قرآن فہمی کا ملکہ نہیں تھا۔ چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

(سورہ توبہ 9۔آیت:119)

[اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔]

یعنی گناہ کے کام چھوڑ دو اور صادق الایمان اور مخلص بندوں کی جماعت میں رہو۔ بندگان خدا کی یہی جماعت اللہ و رسول کے محبوبوں کا گروہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی دعا ہے:

اللّٰهم انّي اسئَلُكَ حبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ.

(سنن ترمذی، ابواب الدعوات، ص:187، ج:2)

یعنی اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔

مذکورہ آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اجماع حجت ہے کیوں کہ صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم ہوا تو اس سے ان کے قول کا قبول کرنا لازم آتا ہے۔ کیوں کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی ان کے ساتھ رہے اور ان کی بات نہ مانے۔ اس آیہ کریمہ میں سچوں سے مراد صاحبِ تقویٰ ''اہل اللہ اور بزرگانِ دین'' ہیں، اس کا علم ایک اور آیت سے ہوتا ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾

(سورہ بقرہ 2۔ آیت: 177)

اولیاء اللہ کسی بھی حال میں احکامِ الٰہی سے غافل نہیں رہتے اور نہ کبھی تقویٰ کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا:

إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ۔ (سورہ انفال۔34)

انھی بندگانِ خدا کے بارے میں یہ بھی فرمایا گیا:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ (سورہ مریم۔96)

[بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عن قریب ان کے لیے رحمن محبت کردے گا۔]

یعنی انھیں اپنا محبوب بندہ بنالے گا اور اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت کا شجر اگا دے گا جو ہر آن ان کی یادوں کو تر و تازہ رکھے گا اور ان کے اقوال واعمال کے اتباع پر انھیں آمادہ بھی کرے گا۔ اس حقیقت کو ایک دوسری جہت سے بھی دیکھ لیں:

سورۂ فاتحہ میں اللہ عزوجل نے ایک دعا ارشاد فرمائی:

اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ. صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ. (سورۂ فاتحہ 1۔ آیت: 5،6)

[ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔]

اب سوال ہوا کہ اللہ عزوجل کے انعام یافتہ اور احسان یافتہ بندے کون ہیں؟ اس کا ذکر سورۂ نسا میں یوں فرمایا:

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ (سورۂ نسا۔69)

[اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔]

اس آیہ کریمہ میں صالحین سے مراد وہ بندگانِ خدا ہیں جو حق العباد اور حق اللہ دونوں ادا کریں اور ان کے احوال ظاہری و باطنی اچھے اور پاک ہوں۔

مفسر قرآن علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ سورہ فاتحہ کی مذکورہ آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"جن اُمور پر بزرگانِ دین کا عمل رہا ہو وہ صراطِ مستقیم میں داخل ہے۔"

گویا قرآنی حکم ہے کہ بزرگوں اور اہل اللہ کے اعمال واشغال کو اپناؤ اور ان کے طریقِ بندگی پر چلو، ان کا طرزِ زندگی قبول کرو، اسی میں دین ودنیا کی بھلائی ہے۔ ہاں! ان پر حرف گیری کی جسارت ہرگز نہ کرنا۔ یہ کام وہی کر سکتا ہے جو قرآنی منہج کو سمجھنے میں غلطی کر رہا ہے اور اس بات کا دعویٰ دار ہے کہ وہ قرآن فہمی کا ملکہ رکھتا ہے۔ یہ باطل فکر ہو سکتی ہے، قرآنی سوچ ہرگز نہیں۔

اہل اللہ کی دوستی اور ان کی ہم نشینی اختیار کرنا اللہ عزوجل کی رضا والا کام ہے اور ان کا اتباع دارین کی سعادتوں اور بے پناہ کامیابیوں کی نوید ہے۔ اس کے ساتھ یہ حکم بھی دیا گیا کہ جن لوگوں کے دل یادِ الٰہی سے غافل ہیں اور جو نفسانی خواہشوں کے اسیر ہیں ان کی پیروی اور ہم نشینی سے خود کو بچو، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ﴿٢٨﴾ (سورہ کہف۔28)

[اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔]

یعنی اتباع اسی کا کرنا ہے جو یادِ مولیٰ میں گم رہتا ہے اور اپنی خواہش نفس کو کچل کر اللہ ورسول کی رضا والے کام کرتا ہے اور صبر وشکر اس کی پہچان ہوتی ہے، صدق وصفا اس کی جمع پونجی، تقویٰ اس کا لباس، مخلوق خدا کی خدمت اس کا شعار اور کفایت وقناعت اس کا شیوۂ زندگی ہوتی ہے۔ یہی لوگ اہل اللہ ہے اور انھی کی محبت دارین میں کامیابی کی سند ہے اور ان سے وابستگی برگزیدگی کا ذریعہ۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی ہمیں اہل اللہ سے محبت کرنے کا حکم دیا اور ان کی ہم نشینی اختیار کرنے والوں کو بشارت دی، فرماتے ہیں:

"هم القوم لا يشقى بهم جليسهم."

(صحیح مسلم، باب فضل مجالس الذکر، ص:344، ج:2)

[یہ ایسے نیک اور مقبول بندگانِ خدا ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی نہیں رہ سکتا۔]

گویا بزرگانِ دین سے وابستگی قرآن وحدیث کی مراد اور اللہ ورسول کا حکم ہے۔ ☆☆☆

بزم تصوف

آخری قسط

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کی
چند تصانیف و ملفوظات

مبارک حسین مصباحی

ابتدائی بیس لطائف پر نظرِ ثانی کے اہم پہلو:

"نظر ثانی کے دوران متعدّد تسامحات اور فروگذاشتیں سامنے آئیں، مثلاً کچھ مقامات تو حضرت شمس بریلوی کی ضعفِ بصارت اور عالمِ پیری کے باعث صحیح ترجمانی سے تشنہ رہے، پھر انھوں نے متعدّد اشعار کے ترجمہ سے بھی گریز فرمایا تھا، کچھ الفاظ اور فقرے جو خطی نسخہ سے فوٹو کاپی میں نہ آسکے تھے وہ بھی نتیجۃً ترجمہ ہونے سے رہ گئے۔ اختلافِ متن اور سہو کتابت سے بھی کچھ اغلاط ترجمہ میں در آئی تھیں۔ ڈاکٹر خضر نوشاہی نے شب و روز کی محنت شاقہ کے بعد لطائف اشرفی کے تمام خطی، مطبوعہ اور مترجم نسخوں کو سامنے رکھ کر ترجمہ کا نیا متن تیار کیا جو نذر قارئین ہے، اس میں لطائف اشرفی کے سلسلے میں اب تک انجام دیے گئے تمام علمی و تحقیقی کاموں کو بھی سامنے رکھا گیا ہے اور ان سے استفادہ بھی کیا گیا ہے۔"

دوسری اور تیسری جلد کا ترجمہ اور حوشی:

واضح رہے کہ حضرت علامہ شمس الحسن شمسؔ بریلوی اور ڈاکٹر خضر نوشاہی نے ابتدائی بیس لطائف کا ترجمہ فرمایا، یہ ترجمہ بھی فنی اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

محترم اسلم فرخی پاکستانی تحریر فرماتے ہیں:

"باقی ماندہ چالیس لطائف کے ترجمے کے لیے شیخ نذر اشرف محمد ہاشم رضا اشرفی نے راقم الحروف کے مشورے سے پروفیسر لطیف اللہ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ پروفیسر لطیف اللہ فارسی کے عالم اور ملفوظات کے تراجم کے ماہر ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ انھوں نے یہ کام بھی بہت دل لگا کر اور بڑی محنت سے انجام دیا ہے۔ ترجمہ بڑا رواں اور سلیس ہے۔ **ایک مفید کام لطیف اللہ صاحب نے یہ بھی کیا ہے کہ معلوماتی حواشی لکھ کر مجموعے کی افادیت میں اضافہ کر دیا** ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ترجمے کے لیے لطیف اللہ صاحب کا انتخاب بھی شیخ صاحب قبلہ کی نگاہ نکتہ شناس کا لطیف اشارہ ہے۔ یہ ہر کارے اور ہر مردے والی بات نہیں ہے۔

راقم الحروف اگرچہ شیخ صاحب کا دیرینہ شناسا ہے لیکن صحیح معنوں میں نیاز مندی کا سلسلہ اسی ترجمے سے مستحکم ہوا۔ راقم ترجمے، کمپوزنگ، تصحیح اور بعض دوسرے مرحلوں سے ذاتی طور پر آشنا ہے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ شیخ صاحب قبلہ کی بشاشت، طمانیت اور رجائیت ہر مرحلے میں نمایاں رہی۔ نہ کوئی اضطراب، نہ بے چینی، نہ گھبراہٹ۔ ہر مرحلے میں راضی برضا رہنا اور ہر مشکل مرحلے میں مسکراہٹیں بکھیرنا شیخ صاحب کا طرۂ امتیاز ہے۔ آج کے بے چین دور میں شیخ صاحب کی اس طمانیت سے نہ جانے کتنے بے چین اور ذہنی طور پر پریشان لوگوں نے سکون اور طمانیت کی راہ پر چلنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

علامہ اقبال نے ایک جگہ کہا ہے "وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں"۔ دنیاوی اور مالی اعتبار سے لطائف اشرفی کی اشاعت خسارے کا سودا ہے لیکن اس خسارے میں جو منافع ہے اے اہل دل بخوبی محسوس کر سکتے ہیں۔ شیخ صاحب نے لطائف کے ترجمے کی اشاعت پر عمر عزیز کے چوبیس برس اور لاکھوں روپے صرف کیے ہیں اور جو نیک نامی حاصل کی ہے وہ خسارے کا نہیں منافع ہی منافع کا سودا ہے۔"

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

تکمیل آرزو کے عنوان سے حضرت نذر اشرف شیخ ہاشم رضا اشرفی احوال واقعی لکھتے ہیں:

"سہولت کے خیال سے دوسری جلد میں لطیفہ نمبر اکیس سے اڑتیس تک کا ترجمہ شامل ہے۔ تیسری جلد میں انتالیسویں لطیفے سے ساٹھویں لطیفے تک کا ترجمہ ہے۔ اس طرح ساٹھ لطائف کے ترجمے کو تین جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے تاکہ قاری کو کتاب کے مطالعے میں زحمت نہ ہو۔

اس کتاب کی اشاعت وترتیب کے سلسلے میں ڈاکٹر اسلم فرخی صاحب نے گراں قدر مشورے دیے، یہ عاجز ان کے لیے ڈاکٹر صاحب کا بے حد سپاس گزار ہے۔

اس موقعے پر میں اپنے ہمدمِ دیرینہ اقبال شکور صاحب (گلف آپٹیکل۔ دبئ) کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اقبال بھائی کے ہمہ جہتی تعاون سے یہ ترجمہ قارئین تک پہنچ رہا ہے۔ پروفیسر لطیف اللہ صاحب نے چالیس لطائف کا بڑا رواں اور آسان ترجمہ کیا ہے اور بڑے مفید حواشی تحریر کیے ہیں۔ میں ان کا بطور خاص شکر گزار ہوں۔ پروفیسر ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی قادری نے پروف پڑھنے میں تعاون کیا۔ میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔

شاہ نصر اللہ قادری اشرفی اور سید معین الدین کاظمی نے اس کام کی تکمیل میں جس بھرپور انداز سے اس عاجز کی مدد کی ہے اس کا شکریہ رسمی الفاظ میں ممکن نہیں۔ ان کے پر خلوص تعاون کی اہمیت کو دل محسوس کرتا ہے اور محسوسات قلب کو بیان کرنا آسان نہیں۔"

حضرت سرکار کلاں کچھوچھوی کی تقریظ:

اردو ترجمہ مکمل کی اشاعت سے قبل نذر اشرف ہاشم رضا اشرفی نے کچھوچھہ مقدسہ کے بزرگوں حضرت سرکار کلاں قدس سرہ العزیز اور شیخ العالم حضرت علامہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی کی دو گراں قدر تحریریں حاصل کیں اور دونوں کو شامل اشاعت کیا۔

سرکار کلاں حضرت سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی قدس سرہ اپنی حسب ذیل مخصوص تحریر میں نوازتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمام اہل سنت جماعت کے لیے عموماً اور عزیزانِ سلسلۂ اشرفیہ کے لیے خصوصاً باعث مسرت ہے کہ لطائف اشرفی جس کے ترجمہ کا مدتوں سے اہل ذوق انتظار کر رہے تھے، خدا کا شکر ہے کہ محبی مخلصی شیخ ہاشم رضا صاحب اشرفی جن کو آستانۂ اشرفیہ سے انتہائی عقیدت ہے زر کثیر سے **پوری کتاب کا ترجمہ کرا لیا ہے اور اب آپ لوگوں کی آرزو کے مطابق منظرِ عام پر آگئی ہے** جو سب کے لیے نادر تحفہ ہے، میری دعا ہے کہ مولا تعالیٰ آں موصوف کی خدمات کو قبول فرمائے اور ذریعۂ نجات بنائے اور مقبول عام فرمائے، جو لوگ استفادہ کریں تو آں موصوف کے حق میں دعائے خیر کریں۔ آمین۔

سید محمد مختار اشرف سجادہ نشیں
کچھوچھہ شریف، ضلع فیض آباد

حضرت سرکار کلاں قدس سرہ کی تحریر کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ یہ مکمل لطائف اشرفی کا ترجمہ ہے۔ ذیل میں اندرونی ٹائٹل کے عکوس حاضر ہیں۔

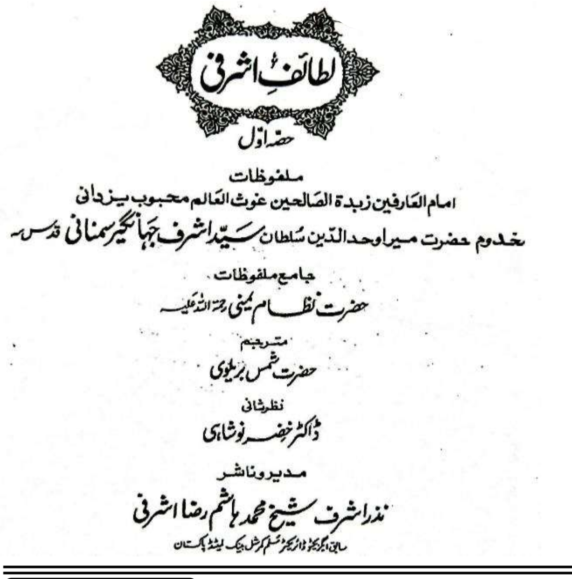
لطائفِ اشرفی

حصہ اوّل

ملفوظات

امام العارفین زبدۃ الصالحین غوث العالم محبوب یزدانی

مخدوم حضرت میر اوحد الدین سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ

جامع ملفوظات

حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت شمس بریلوی

نظرثانی

ڈاکٹر خضر نوشاہی

مدیر وناشر

نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ پاکستان

لطائف اشرفی
حصہ دوم
ملفوظات
اسلام العارفین زبدۃ الصالحین غوث العالم محبوب یزدانی
مخدوم حضرت میر اوحد الدین سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ
جامع ملفوظات
حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم
پروفیسر ایس. ایم. لطیف اللہ
مدیر و ناشر
نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

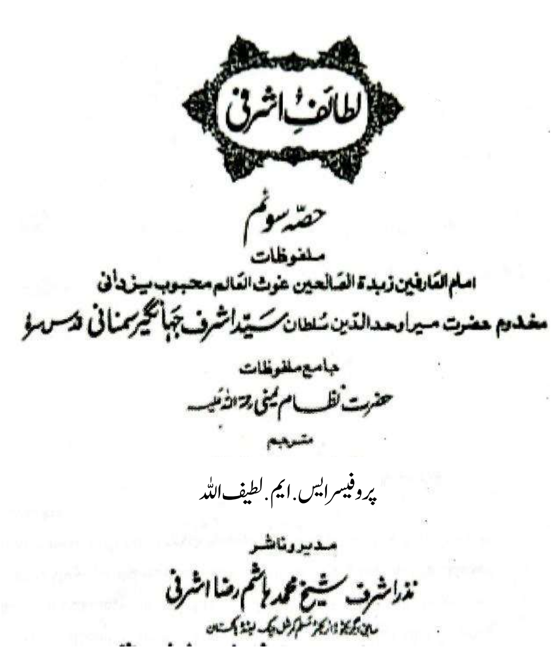
لطائف اشرفی
حصہ سوم
ملفوظات
اسلام العارفین زبدۃ الصالحین غوث العالم محبوب یزدانی
مخدوم حضرت میر اوحد الدین سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ
جامع ملفوظات
حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم
پروفیسر ایس. ایم. لطیف اللہ
مدیر و ناشر
نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

مزید بر آں نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ نے بھی ایک جلد شائع کی تھی۔

تحائف اشرفی اردو ترجمہ لطائف اشرفی:

ہم پہلے ذکر کر چکے کہ حضرت سید نظام اشرف ایڈوکیٹ نے ایک قدیم فارسی نسخہ محافظ ناموس رسالت الحاج سعید نوری دام ظلہ العالی کو برائے ترجمہ دیا تھا مگر "اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے" مقامِ مسرت ہے کہ آپ نے اور خانقاہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے سجادہ نشیں معین المشائخ حضرت علامہ سید معین الدین (معین میاں) اشرفی جیلانی دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت علامہ سید شاہ محمد جامی اشرف اشرفی جیلانی میاں بسکھاروی ولی عہد خانقاہ عالیہ کھمبات شریف، دام ظلہ العالی کے ذریعہ ایک نئے ترجمہ، تشریح اور حواشی کے لیے پیش کیا۔ آپ نے یہ ذمہ داری اپنے محترم حضرت مولانا مفتی کمال احمد علیمی دام ظلہ العالی کے سپرد فرمائی۔

ترجمہ و تحشیہ: کمال احمد علیمی نظامی، جامعہ علیمیہ جمدا شاہی، بستی۔ غلام سید علی علیمی نظامی، مدینۃ العربیہ دوست پور، سلطان پور

تخریج: جاوید اقبال علیمی

سنہ اشاعت: 2021ء/1443ھ

تعاون: عبد الجبار علیمی و سفیان رضا مدینۃ العربیہ دوست پور، مہدی حسن میرانی، جامعہ فیضان اشرف رئیس العلوم، کھمبات شریف

ناشر: رضا اکیڈمی، ممبئی

اس ترجمہ و تحشیہ میں مقدمہ اور ابتدائی دو لطائف جلد اول طبع ہو چکی ہے۔ ابتدا میں انتساب، ہدیۂ عقیدت، نذرِ عقیدت اور خراجِ عقیدت ہے۔ ان سب میں عقیدت کیشوں کی مشک باریاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی فیض باریوں سے ہم سب کو شاد کام فرمائے۔

کتاب کی ابتدا میں چند وقیع تحریریں ہیں

تقریظ: ڈاکٹر سید محمد اشرف جیلانی، درگاہ عالیہ اشرفیہ فردوس کالونی، کراچی۔

کلمات خیر: رئیس ملت حضرت علامہ سید شاہ رئیس اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں خانقاہ اشرفیہ میرانیہ، کھمبات شریف

دعائیہ کلمات:

معین المشائخ، محسن ملت، حضرت علامہ سید **معین الدین** اشرف اشرفی الجیلانی عرف معین میاں سجادہ نشین آستانہ عالیہ مخدوم اشرف کچھوچھہ شریف

دعائیہ کلمات کی تلخیص ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں:

ایک عرصہ دراز سے خواہش تھی کہ اس کے بہترین ترجمہ اور تخریج و تحشیہ کا کام کچھوچھہ شریف سے ہو، الحمد للہ اسیر مفتی اعظم ہند، محافظ ناموس رسالت الحاج سعید نوری صاحب بانی رضا اکیڈمی ممبئی کے پاس ایک پرانا نسخہ موجود تھا، انھوں نے اس پر کام کرانے کی

خواہش ظاہر کی، میں نے یہ کام اپنے عزیز حضرت علامہ سید محمد جامی اشرف اشرفی الجیلانی ولی عہد سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ میرانیہ کھمبات شریف کے حوالے کیا اور انھوں نے یہ کام جماعت اہل سنت کی ایک نہایت متحرک وفعال شخصیت، نوجوان عالم دین، حضرت علامہ کمال احمد علیمی نظامی جامعہ علیمیہ جمدا شاہی بستی اور حضرت مولانا غلام سید علی علیمی، دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست، ضلع سلطان پور کے سپرد کیا۔

یہ مخدوم پاک کی کرامت ہی ہے کہ مہینے بھر کی قلیل مدت میں موصوف نہایت عرق ریزی کے ساتھ کتاب کے کچھ حصوں پر کام کرکے پہلی جلد منظر عام پر لے آئے، اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو سعادت دارین سے سرفراز فرمائے اور ہم سب کو مخدومی فیضان سے مالامال فرمائے۔ **آمین یارب العالمین**

کلمات تشکر: شہزادۂ رئیس ملت حضرت علامہ سید شاہ محمد جامی اشرف اشرفی جیلانی ولی عہد سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ میرانیہ، کھمبات شریف۔

یہ ایک سچائی ہے کہ آپ مخدوم الآفاق حضور سید عبدالرزاق نور العین کچھوچھوی کے خانوادے کے نورانی اور عرفانی چشم و چراغ ہیں۔ آپ پر غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہ کا خصوصی فیضان ہے۔ آپ کی رگوں میں اشرفی اور میرانی فیضان کے چشمے ابل رہے ہیں۔ آپ کے والد گرامی حضور رئیس ملت اور آپ کے خادم کی حیثیت سے ہم سرکار بغداد حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ کی جانب نکلے، مگر حسن اتفاق پہلے ہم سمنان شریف، ایران حاضر ہوئے، حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے استاذ و مربی حضور مخدوم شیخ علاؤالدولہ سمنانی قدس سرہ کی مقدس بارگاہ میں نیاز مندانہ حاضر ہوئے، فاتحہ پڑھیں، اور ان کے طفیل دعائیں مانگی گئیں آپ کے مزار اقدس سے متصل قلعہ نما خانقاہ ہے۔ مزار و خانقاہ میں بڑی معطر اور خوشبودار ہوا ہم سب نے محسوس کی۔ واللہ العظیم ایسی ہوا نہ اس سے قبل ہم نے محسوس کی اور نہ اس کے بعد۔

حضرت سید جامی میاں علم وروحانیت کے پیکر جمیل ہیں۔ آپ مقبول ترین عالمی خطیب ہیں، نظم و نسق کے ساتھ آپ کے کارہائے نمایاں دور سے نظر آتے ہیں، علمی اور روحانی امور میں فکر و تدبر کی تنویریں دلوں کو منور رکھتی ہیں، پیش نظر تحائف اشرفی اس کی تازہ مثال ہے۔

صدائے آفریں: قائد ملت اسیر مفتیِ اعظم ہند حضرت الحاج سعید نوری بانی و صدر رضا اکیڈمی، ممبئی۔

تقدیم: مترجم ومحشی محب گرامی وقار حضرت مولانا مفتی کمال احمد علیمی نظامی نے اپنے قلم سے تحریر فرمائی ہے۔ ہم چند اقتباسات کی تلخیص ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

> جہازی سائز میں تقریباً ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل لطائف اشرفی کا یہ نسخہ لگ بھگ پونے دو سو سال پہلے خوب صورت فارسی رسم الخط میں لکھا گیا تھا، اخیر میں کچھ علما و مشائخ کے تائیدی دست خط بھی ہیں، کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے جگہ جگہ سے عبارتیں غائب ہیں، عربی کی کتابت ڈھنگ سے نہ ہونے کی وجہ سے بے شمار غلطیاں در آئی ہیں، پھر فارسی عبارات میں بھی جگہ جگہ سقم نظر آیا، پیرا بندی، رموز او قاف اور اصول املا کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے معنی تک رسائی بہت مشکل لگی....
>
> ہر اہم علمی وقلمی کام کی طرح اس کام میں بھی میرا سب سے مضبوط سہارا بنے محب مکرم، حضرت مولانا غلام سید علی علیمی نظامی استاذ دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور، آپ نے مجھے نہ صرف حوصلہ دیا، بلکہ میرے حصے کا اکثر کام بھی اپنے سر لے لیا، ترجمہ میں اعانت کے ساتھ تسہیل، تحشیہ، تعریف اعلام وغیرہ کا کام آپ ہی نے کیا، ساتھ ہی اپنی تکنیکی مہارت سے اس کتاب کو منظم و مرتب اور مہذب ومزین فرمایا، میں آپ کا حد درجہ ممنون ہوں۔"

ماشاءاللہ ترجمہ تو اس سے قبل بھی ہوا تھا مگر ہر مترجم کا اپنا الگ انداز ہوتا ہے۔ آپ حضرات نے بھی بڑا فصیح و بلیغ ترجمہ فرمایا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس میں حواشی بڑے اہم ہیں، نیز اعلام کے تذکار بھی معلومات میں گراں قدر اضافہ کے ساتھ شوق دوبالا کرتے ہیں۔ سرِ دست پہلی مثال حاضر ہے:

> "**شیخ احمد نامقی جامی:** اسم گرامی: احمد، کنیت: ابو نصر (م536ھ)، والدِ گرامی کا اسم گرامی: ابوالحسن تھا، جام کے نزدیک موضع "نامق" میں پیدا ہوئے، مقتدائے اہل طریقت تھے، قطب العہد اور غوث الوقت سے مشہور ہوئے، آپ جریر بن عبد اللہ البجلی

کی اولاد سے ہیں، جن کو حضرت عمر ابن الخطاب نے امتِ محمدیہ کا یوسف کہا تھا۔

ابتدائی عمر میں تعلیم نہ حاصل کر سکے، 22/ سال کی عمر میں اللہ کی رحمت نے علم کی روشنی سے نوازا، پہاڑوں میں گوشہ نشین ہوئے، ریاضت و مجاہدہ میں پورے 13/ سال گزار دیے، چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کے الہام کی روشنی میں مخلوق خدا کی رہنمائی میں نکلے، علم لدنی کے ابواب کھل گئے، آپ نے اسرار توحید اور حکمت میں تین سو کتابیں لکھیں۔ اسرار تصوف میں عمدہ اشعار کہے۔

حضرت شیخ احمد جام کی عمر ساٹھ سال تھی تو فرمایا کرتے تھے کہ اب تک میرے ہاتھ پر اسّی ہزار لوگوں نے توبہ کی ہے۔ "(بحوالہ مرآۃ الاسرار، اردو، ص:491، خزینۃ الاصفیا)

زندہ پیل لقب کی وجہ:

ایک مرتبہ حضرت سیدی احمد جام زندہ پیل رحمۃ اللہ علیہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک مقام پر لوگوں کی بھیڑ نظر آئی، آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا: کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ہاتھی مر گیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اس کی سونڈ ویسی ہی ہے، آنکھیں بھی ویسی ہیں، ہاتھ بھی ویسے ہی ہیں، پاؤں بھی ویسے ہی ہیں۔ غرض سب چیزوں کو فرمایا کہ ویسے ہی ہیں پھر مر کیسے گیا؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا تھا کہ فوراً وہ ہاتھی زندہ ہو گیا، اُس دن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب "زندہ پیل" (یعنی ہاتھی زندہ کرنے والا) ہو گیا۔

[ماخوذ از: ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص449]

90/ سال کی عمر میں آپ نے 536ھ میں وفات پائی، آپ کا مزار پر انوار مقام "جام" میں موجود ہے۔ (تحائف اشرفی اردو ترجمہ لطائف اشرفی، ص:107-108)"

غوث العالم حضرت مخدوم سید شاہ اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہٗ کی شخصیت علمی اور روحانی بلندیوں پر فائز ہے۔ آپ کی حیات و خدمات کے احوال بڑے زریں اور حیرت انگیز ہیں۔

ہم نے اس مضمون میں آپ کی تصانیف، ملفوظات اور افادات پر مختصر تحریر کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ کی ہر تحریر و تحقیق اور روحانی سرگذشت نے ہمیں حد درجہ متاثر کیا اور کرنا بھی چاہیے۔ آپ کی تبلیغی اور تصنیفی کاوشیں، دینی و ملی خدمات، خدمتِ خلق اور روحانی تصرفات اس لائق ہیں کہ ان پر تحقیقی مقالات لکھ کر ڈاکٹریٹ کیا جائے۔

محترم القام محمد بشارت علی صدیقی نے کچھ اہم تحقیقی کاوشوں کی حسب ذیل نشان دہی کی ہے۔

مخدوم اشرف پر ہونے والے ایم فل:

1- Hazrat Ashraf Jahangir Simnani and his odd encounters in "Sultanat-i-Bangalah" Mirza Khalil Darbar Sharif - A Case Study"

محمد مقصود الرحمٰن، زیر نگرانی۔ ڈاکٹر شبیر احمد، 2010ء: شعبۂ اسلامی تاریخ و کلچر، چٹاگونگ یونی ورسٹی، چٹاگونگ، بنگلہ دیش۔ (بزبان انگریزی)

مخدوم اشرف پر ہونے والے پی ایچ ڈی:

1- لطائف اشرفی کا تنقیدی جائزہ: سید وحید اشرف؛ زیر نگرانی۔ ڈاکٹر نظیر احمد، 1965ء: شعبہ فارسی، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، ہند۔ (بزبان فارسی)

2- لطائف اشرفی کا تنقیدی جائزہ: محی الدین اظہر؛ زیر نگرانی ڈاکٹر سمیع الدین احمد، 1982ء، شعبۂ فارسی علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، ہند۔ (بزبان فارسی)

3- سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی علمی، دینی اور روحانی خدمات کا تحقیقی جائزہ: سید محمد اشرف جیلانی؛ زیر نگرانی ڈاکٹر محمد جلال الدین نوری، 2003، کلیہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ کراچی، کراچی، پاکستان (بزبان اردو)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے ہم سب کو حضور مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کی روحانی شخصیت اور سلسلۂ اشرفیہ نظامیہ چشتیہ کے فیوض و برکات حاصل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین یارب العالمین، بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم۔ ***

ذکرِ جمیل

حضرت امام تقی الدین محمد بن دقیق العید قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

ولادت: 625ھ-وفات: 702ھ

نام ونسب: آپ کا اسم گرامی: محمد، کنیت: ابوالفتح، لقب: تقی الدین ہے۔ آپ ابن دقیق العید کے نام سے مشہور ہوئے۔ والد کا نام علی والدہ شیخ مقترح کی دختر ہیں۔ آپ کریم الطرفین ہیں۔

سلسلۂ نسب: محمد بن علی بن وہب بن مطیع بن ابوالطاعہ قشیری۔

ولادت: حجاز کے مشہور شہر "ینبع" کے قریب 25 شعبان المعظم 625ھ میں پیدا ہوئے۔ وطن کا نام "منفلوط" ہے۔ جس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو منفلوطی بھی کہا جاتا ہے۔

شیخ تقی الدین کے والد "قوص" سے مکہ مکرمہ کی طرف حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے، راستے میں آپ کی ولادت ہوئی، والد ماجد نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو خانہ کعبہ کا طواف کرایا اور اللہ رب العزت کی بار گاہ میں یہ دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو عالم اور عامل بنادے۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج:5، ص:116، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

تحصیلِ علم: ابنِ دقیق العید کو خالقِ کائنات نے تحصیلِ علم کی اعلیٰ استعداد اور ذوقِ طلب سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ نے متعدّد شیوخ اور اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا، جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

والد ماجد حضرت علی، امام ابوالحسن بن المقیر، ابن رواج، امام ابن جمیزی، سبط السلفی، حافظ ذکی الدین، علامہ رزین خالد، علامہ احمد بن عبد الدائم، ابوالبقا خالد بن یوسف وغیرہم۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج:2، ص:182، دار الکتب العلمیہ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج:5، ص:116)

علم وفضل: حضرت علامہ تقی الدین علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا، زہد وورع میں اپنے معاصرین پر فائق تھے۔ علمائے اسلام نے آپ کی شان میں خطبے پڑھے ہیں، چند نمونے درج ذیل ہیں:

حافظ قطب الدین حلبی فرماتے ہیں:

"وهو خبير بصناعة الحديث، عالم بالاسماء والمتون واللغات و في الأصلين والعربية والادب."

(الدرر الكامنة في اعيان المأة الثامنة، ج:2، ص:59، دار الكتب العلميه، بيروت)

حضرت شیخ ابن دقیق العید فن حدیث کے جانکار، علم اسماء رجال حدیث، متون اور لغات کے عالم تھے، دونوں اصل (کتاب وسنت) اور عربی زبان وادب میں انھیں ید طولیٰ حاصل تھا۔

ابن زملکانی فرماتے ہیں:

ترجمہ: آپ اپنے فن میں امام الائمہ اور اپنے زمانے میں علما کی شناخت تھے بلکہ ادھر چند سالوں میں علم ودین داری اور زہد ورع میں آپ کے مثل کوئی پیدا نہ ہوا۔ بہت سے علوم وفنون میں منفرد المثال، علم تفسیر اور حدیث کے عالم تھے۔ دونوں مذہبوں (مالکی، شافعی) کی خوب تحقیق فرماتے، دونوں اصل (کتاب وسنت) نحو اور لغت کے جانکار تھے، تحقیق، تدقیق اور معانی کے ادراک کے سلسلے میں آپ ہی کی طرف رجوع کیا جاتا۔ موافق اور مخالف سبھوں نے آپ کا اعتراف کیا ہے، بادشاہوں نے آپ کی تعظیم وتکریم کی، سلطان لاحین آپ کے لیے اپنے تخت سلطنت سے اتر جاتا اور آپ کے دست مبارک کا بوسہ دیتا ذات باری تعالیٰ کے سلسلے میں صحیح الاعتقاد اور ٹھوس تھے۔ (ایضاً)

شہاب محمود فرماتے ہیں: "لم تر عيني آدب منه ولولم يدخل في القضاء لكان ثوری زمانه وأوزاعی." (ایضا)

ترجمہ: میری آنکھوں نے آپ سے زیادہ باادب نہ دیکھا اور اگر آپ قضا میں مشغول نہ ہوتے تو اپنے عصر کے ثوری اور اوزاعی ہوتے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"ابن دقیق العید از کیاے زمانہ میں شمار ہوتے تھے، وسیع علم وکمال والے تھے، کتابوں پر کثرت سے نظر رکھتے تھے، عابد شب زندہ دار اور ہر وقت تعلیم وتعلم میں مشغول رہتے تھے، پروقار، پرسکون، صاحب

ورع اور تقویٰ شعار تھے، آپ جیسے صاحب فضل و کمال کو کم ہی آنکھوں نے دیکھا ہے۔" (تذکرۃ الحفاظ، ج:2، ص:182، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

کشف و کرامات: حضرت علامہ ابن دقیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب علم و فضل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم صوفیِ کامل بھی تھے۔ آپ سے بہت سی کرامتوں کا ظہور ہوا۔ بستان المحدثین، طبقات الشافعیہ وغیرہ میں آپ کی کرامتوں کا تذکرہ موجود ہے، بعض کرامتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(1) تاتاریوں نے اپنی یلغار اور حملہ سے عالم اسلام اور بلادِ اسلام میں عجیب حالت پیدا کر دی تھی، جس بستی میں جاتے گھر کا گھر ویران کر دیتے۔ جب انھوں نے بلادِ شام کا رخ کیا تو بادشاہ نے ان کے فتنوں اور حملوں سے امن پانے کے لیے علما کو حکم دیا کہ بخاری شریف ختم کریں تاکہ اس کی برکتوں سے یہ بلائے عظیم دفع ہو جائے۔

چناں چہ علما نے بخاری شریف کا دور کیا، جب آخری حصہ رہ گیا تو انھوں نے اسے چھوڑ دیا تاکہ جمعہ مبارکہ کے دن بخاری شریف ختم کریں۔ جمعہ کے دن شیخ الاسلام تقی الدین علما کے پاس جامع مسجد میں تشریف لائے اور پوچھا کہ بخاری شریف کے ختم سے فارغ ہو گئے؟ سب نے عرض کیا کہ ہم نے آج ہی کے دن کے لیے تھوڑا سا حصہ چھوڑا ہے اور اسے آج ختم کریں گے۔ تو حضرت ابن دقیق العید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "انفصل الحال من أمس العصر وبات المسلمون على كذا" یعنی مقدمے کا فیصلہ کل عصر کے وقت ہی ہو گیا تاتاری فوج شکست کھا گئی اور مسلمان اس وقت فلاں مقام پر قیام پزیر ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کیا ہم اس خبر کو عام کر دیں؟ فرمایا: ہاں! چناں چہ چند روز کے بعد وہی خبر موصول ہوئی جس کی آپ نے بشارت دی تھی۔

(ملخصًا، طبقات الشافعیۃ الکبری، ج5، ص:117)

(2) ایک امیر جو قاہرہ سے نکل رہا تھا اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ قاہرہ واپس نہیں لوٹے گا چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ وہ قاہرہ دوبارہ نہ جا سکا۔ (ایضًا)

زہد و عبادت: حضرت ابن دقیق العید عابد شب زندہ دار تھے۔ اپنے اکثر اوقات عبادت و ریاضت، درس و تدریس اور مطالعہ کتب میں گزارتے تھے، بسا اوقات ایک رات میں ایک جلد یا دو جلد مطالعہ کر لیتے، ایک ہی آیت کی تکرار پوری رات کرتے اور صبح ہو جاتی۔ ایک مرتبہ آپ نے آیت کریمہ "فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ" (المومنون: 101) کی تلاوت کی اور نماز فجر تک اسی ایک آیت کی تکرار کرتے رہے۔ (ایضًا)

امام شہاب الدین احمد بن ادریس مالکی فرماتے ہیں: چالیس سال تک رات میں نہ سوئے، ان ایام میں صبح کی نماز ادا کر کے چاشت کے وقت تک اپنے پہلو پر لیٹ جاتے۔ (الدرر الکامنہ، ج:2، ص:60)

خدمات و کارنامے: حضرت ابن دقیق العید نے دین متین کی بے شمار خدمتیں انجام دیں۔ لوگوں کے مسائل کا حل فرماتے، درس و تدریس کے ذریعے کتاب اللہ اور احادیث رسول کی تبلیغ فرماتے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ علمائے اسلام نے آپ کی خدمات اور کارنامے کی بنیاد پر ساتویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیا ہے۔ حضرت علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی فرماتے ہیں:

ترجمہ: ہمارے مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابن دقیق العید وہ عالم ہیں جو ساتویں صدی ہجری میں بھیجے گئے، جس کی طرف حدیث نبوی میں اشارہ کیا گیا ہے۔ (طبقات الشافعیۃ الکبری، ج:5، ص:116)

تلامذہ: آپ کے علمی کمالات سے بہت سے لوگوں نے اکتساب فیض کیا۔ ان میں چند حضرات کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں: "قاضی القضا شیخ علاء الدین قونوی، علم الدین بن اخنائی اور حافظ قطب الدین وغیرہ۔" (تذکرۃ الحفاظ، ج:2، ص:182)

عہدۂ قضا: ابن دقیق العید کی فقہی عظمت و صلاحیت کی بنیاد پر آپ کو مصر کا قاضی مقرر کیا گیا۔ آپ نے اس عہدہ کی قبولیت سے کئی بار انکار فرمایا اور کئی بار آپ نے استعفا دیا مگر ہر بار عہدۂ قضا منظور کرنے پر آپ کو مجبور کیا گیا۔ (ایضًا)

تصانیف: درس و تدریس اور عبادت و ریاضت کی مشغولیت کے باوجود کئی نادر اور علمی حقائق سے لبریز کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔

(1) کتاب الإلمام في أحاديث الأحكام (2) شرح العمدة (3) أربعين في الرواية عن رب العالمين (4) علوم الحديث (5) الأربعون (1) شرح مقدمة المطرزي، وغیرہ۔

شعر و شاعری: علم و ادب اور شاعری میں آپ اعلیٰ کمال کے حامل تھے۔ عربی زبان میں بہت سے اشعار بھی لکھے ہیں، آپ کی شاعری کا دیوان "دیوان ابو الفتح" کے نام سے مشہور ہے۔

وفات: صفر 702ھ میں علم و فضل کا آفتاب دیار مصر میں ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

☆☆☆

انوار حیات

طاہرِ ملت حضرت سید میر محمد طاہر میاں بلگرامی قدس سرہ
سیادت کی درخشانی اور شخصیت کی تابانی

مبارک حسین مصباحی

حسنِ اخلاق اور روحانی بیماریوں کا علاج:

حضور طاہرِ ملت نسلِ پاک رسول ﷺ کے چشم و چراغ تھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا: "وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ"۔ آپ انھیں کی مقدس اولاد سے ہیں۔ مثل مشہور ہے الولد سر لابیه. بیٹا اپنے والد کا راز ہوتا ہے۔ وہ بھی ایسا عظیم اور بابرکت خاندان جنھوں نے ہر دور میں دین وسنیت کی زریں خدمات انجام دیں۔ جہاں آب و ہوا میں بھی مدنی تاجدار کا فیضان ہے۔ حضور طاہر ملت عبادت و ریاضت اور زہد وورع میں تو اپنی مثال آپ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے طبیب کائنات، محسنِ انسانیت کے طفیل بڑی تاثیر اور قوتِ تسخیر عطا فرمائی تھی، آپ کی زبانِ مبارک میں حیرت انگیز تاثیر تھی۔ آپ مستجاب الدعواۃ تھے، نقوش و تعویذات میں عقلوں کو دنگ کر دینے والی اثر انگیزی تھی، آپ کی بافیض بارگاہ میں ہر قسم کے ضرورت مند اور پریشان حال آتے، کسی گاؤں، قصبے اور شہر کی قید نہیں تھی اور نہ ذات برادری کی کوئی تفریق تھی۔ آپ کے یہاں ہندو مسلم، سکھ، عیسائی سب اپنی اپنی ضرورتوں کو لے کر حاضر ہوتے اور آپ اپنے علمی اور روحانی تصرفات سے سب کو فیض پہنچاتے۔ عالم یہ تھا کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ضرورت مند آتے، آپ اپنے فیض وکرم سے ان کی ضرورتوں کی تکمیل فرما دیتے ۔ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ روحانی علاج صرف ایک طرح نہیں ہوتا، بلکہ کوئی انسان کسی بھی طرح کی ضرورت کو لے کر حاضر ہوتا، آپ کی باکرامت نگاہ وعمل سے وہ شفایاب ہو کر واپس ہو جاتا، بارہا ایسا ہوتا کہ پورا پورا دن گزر جاتا کہ نمازوں کی ادائگی ہوتی اور پھر روتے تڑپتے مریضوں میں مصروف ہو جاتے۔ کبھی کبھی دوپہر کا کھانا بھی ترک ہو جاتا۔ ایسا بھی ہوتا کہ کھانا کھانا شروع فرما چکے ہوتے، اتنے میں کوئی بے چین مریض پہنچ جاتا، آپ کھانا چھوڑ کر خانقاہ شریف میں جاتے اور علاج میں مصروف ہو جاتے۔

پیکرِ تقویٰ اور سراپا حسن وجمال:

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیکرِ حسن وکمال بنایا تھا۔ آپ انتہائی وجیہ و شکیل تھے، مائل بہ دراز متوسط قد و قامت، پیشانی کشادہ اور درخشاں، بڑی بڑی نورانی جھیل سی آنکھیں، پرکشش سرِ اقدس، نورانی عمامہ شریف، لباس صوفیانہ، اس پر صدری یا جبہ شریف، رنگ خوب گورا اور ملیح۔ جب خانقاہ میں اپنی مسند ولایت پر جلوہ بار ہوتے تو لگتا کوئی روحانیت کے تاجدار ہیں جو دلوں کی تسکین کے تحائف تقسیم فرما رہے ہیں۔ بلا شبہہ آپ مدینہ منورہ سے بلگرام شریف تک نورانی اور عرفانی زنجیر کی ایک یادگار کڑی تھے، اب یہ سلسلۂ عشق و عرفاں آپ کی اولاد امجاد کے ذریعہ آگے بڑھتا ہی رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہم عرض یہ کر رہے تھے کہ آپ صرف ظاہری حسن وکمال کے پیکر نہیں تھے، بلکہ آپ کی رگوں میں سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا اور امام حسین کا خون دوڑ رہا تھا۔ آپ شہیدوں کے نورِ نظر تھے، آپ کی رگ رگ میں دین کی حمایت کا جذبہ موج زن تھا، استقامت اور شہادت آپ کی خاندانی دولت تھی۔ صبر وشکر اور زہد و تقویٰ کی خوشبوئیں آپ کے انگ انگ سے پھوٹی پڑتی ہیں۔

آپ خشیتِ ربانی کے پیکر جمیل تھے، عشقِ رسولِ مقبول ﷺ خاندانی تھا۔ آپ کی نگاہیں شرم وحیا کی عکاسی کرتیں، عام طور پر نیچی رہتیں اور کبھی کبھی حسبِ ضرورت اوپر اٹھتیں، مزاج میں نرمی اور طبیعت میں سنجیدگی تھی، آپ کا اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا شریعت کے دائرے میں رہتا، چلتے تو لگتا کہ ولایت کا تاج دار چل رہا ہے۔ سچ ہی کہا ہے۔

نگاہ میں برق نہ تھی، شکل آفتاب نہ تھی
یہ بات کیا ہے، انھیں دیکھنے کی تاب نہ تھی

تواضع وانکساری کے پیکرِ جمیل:

دنیا جانتی ہے آپ حسینی سید تھے، خاندانی وجاہتوں کے مہرِ تاباں

تھے۔ آپ نے پدرم سلطان بود کا اظہار کبھی نہیں فرمایا۔ زندگی ایک ایک لمحہ تواضع، انکساری اور فروتنی میں بسر فرمایا۔ فکر و عمل کے کسی بھی زاویے سے تکبر و برتری کا شائبہ تک کبھی نظر نہیں آیا۔ اقوال وافعال میں تکبر اور ہم چنیں دیگرے نیست کی عادت و خصلت کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ آپ کی زبان مبارک سے کبھی اشارے کے طور پر بھی نسب اور خاندان کی برتری کا اظہار نہیں ہوا۔ بعض مواقع پر دیگر حضرات اس کی جانب اشارہ فرماتے۔ آپ اس کو بھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اشاروں اشاروں میں آپ اس سے بھی ناراضگی کا اظہار فرمادیتے۔

آپ سے ہر قسم کے افراد کا رابطہ تھا، سب موقع موقع سے آتے اور عقیدت کے ساتھ دل کی مراد پوری کر کے واپس ہوجاتے۔ آپ کی خانقاہ میں دولت مند، زمیندار اور غریب و مساکین سبھی آتے، آپ ہر ایک کو دعاؤں اور ضرورت کے مطابق تعویذوں وغیرہ سے سرفراز فرماتے۔ عوام و خواص آپ کی خانقاہ میں آتے اور دل سے عقیدت و محبت سے سرشار رہتے۔ خاص بات یہ تھی کہ آپ علماے ربانیین اور طالبانِ علوم نبویہ سے حد درجہ محبت فرماتے تھے۔ کتنے ہی مواقع پر ضیافت کے سامان خود اپنے ہاتھوں سے لاتے اور بڑی محبت سے مہمانوں کی طرح سب کو نوازتے، بعض مواقع پر اپنے دستِ کرم سے چولھے پر چاے بھی تیار کر کے پلاتے، اگر کوئی عقیدت مند آپ کو دیکھ کر خود کرنے کی پیش کش کرتا تو فرماتے، آپ ہمارے مہمان ہیں، آپ تشریف رکھیں، ہم ابھی چائے لے کر آتے ہیں۔

حضور طاہر ملت اپنے وعظ و نصیحت میں ارشاد فرماتے:

"مسلمانوں کو چاہیئے کہ حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تواضع و انکساری اختیار کریں اور ساری برائیوں خصوصًا تکبر و گھمنڈ، جھوٹ و غیبت اور اس جیسی برائیوں سے خود بھی بچیں اور حتی الامکان لوگوں کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔"

آپ بچوں سے بہت محبت فرماتے تھے، بلگرام ضلع ہردوئی میں ہے، پورے ضلع کے تمام لوگ آپ کی عقیدت میں سرشار رہتے تھے، سب کے بچوں سے ان کے والدین سے بڑھ کر محبت فرماتے تھے۔ اس لیے پورے ضلع کے چاہنے والے آپ کو "ابو میاں" کہتے تھے۔ اگر لوگ آپ کی تعریف و توصیف بیان کرتے تو آپ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف ـــــ بیان کرو، وہی تعریف و توصیف کا زیادہ مستحق ہے۔

اہل و عیال اور قرابت داروں سے حسنِ سلوک:

دنیا میں ہر طرح کے افراد رہتے اور بستے ہیں۔ اہل و عیال اور قرابت داروں پر جان نچھاور کرنے والے صالحین بھی ہیں اور ان کو دشنام طرازی اور بدتمیزی کرنے والے ظالم بھی ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ آئے دن میڈیا چیختا رہتا ہے کہ فلاں علاقے میں ایک بیٹے نے فلاں مقصد کے لیے اپنے والد کو جان سے مار دیا، افسوس صد افسوس جس باپ نے اپنی اولاد کے لیے سب کچھ قربان کیا، اب وہ جب بوڑھا ہو گیا تو چند سکوں کے لیے وہی اولاد اس کی جان لے رہی ہے۔

کون نہیں جانتا ماں محترمہ کے قدموں کے نیچے جنت ہے مگر بعض کم نصیب ماں کو پریشان اور تنگ کرنے والے بھی ہیں۔ خیر یہ تفصیل کا موقع نہیں، ہم آپ سے عرض یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ایک ماں اپنی ممتا سے اپنے کثیر بچوں کو پیدا کرتی ہے، اپنے سینے سے لگا کر سلاتی ہے،، اگر بچے نے بستر پر پیشاب کر دیا تو بچے کو سوکھے میں سلاتی ہے اور پیشاب کیے ہوئے حصے پر خود سو جاتی ہے، ہم یہ شرعی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ عام سماجی احوال کے پس منظر میں رقم کر رہے ہیں۔ اے ماؤ! تمھاری ممتا کو سلام، مگر وہی ماں جب بوڑھی ہوجاتی ہے، ہاتھ پیر کمزور ہو جاتے ہیں، اسے آرام کی سخت ضرورت ہوتی ہے مگر افسوس، صد افسوس! اس کے ایک یا چند بیٹے ہوتے ہیں مگر نہ کوئی کھلانے پلانے کے لیے تیار ہوتا ہے اور نہ وہ اپنے قریب رکھنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ ان بیٹوں کی اہلیات اپنی نااہلی کا ثبوت دیتے ہوئے کہتی ہیں، ہم ہی تو ذمہ دار نہیں ہیں، فلاں دیورانی اور جٹھانی بھی تو ہیں اور مقامِ افسوس یہ ہے کہ لڑکے کھڑے ہوکر تماشا دیکھتے رہتے ہیں، نہ کوئی کھانا کھلانے کو تیار ہوتا ہے اور نہ اپنے قریب رکھنے کو تیار ہوتا ہے۔ یہ سب جہالت اور بددماغی ہے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب سے ڈرنا چاہیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا" (الاسراء، آیت: 23)

تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

اسلام ایک مقدس اور پاکیزہ مذہب ہے، اس میں زندگی گزارنے کے سارے اصول موجود ہیں، والدین کریمین اور دیگر تمام

افراد کے حقوق موجود ہیں۔

اللہ کریم والدین کے تعلق سے ارشاد فرماتا ہے:

"وَ اخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا ﴿۲۴﴾" (الاسراء، آیت: 24)

اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دنوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔

اب ذیل میں، ہم چند احادیث نقل کرتے ہیں:

(1)-عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :(اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ اَحْسَنَكُمْ خُلُقًا.)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے، جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے۔

(2)-عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله ﷺ : (اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ؟) قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ:(خِيَارُكُمْ اَطْوَلُكُمْ اَعْمَارًا وَاَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا.)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں پسندیدہ لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں؟ لوگوں نے کہا: جی کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جن کی عمریں لمبی ہوں اور اخلاق اچھے ہوں۔

(3)-عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله ﷺ : (اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ؟) قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ: (خِيَارُكُمْ اَطْوَلُكُمْ اَعْمَارًا وَاَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا.)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں پسندیدہ لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں؟ لوگوں نے کہا: جی کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جن کی عمریں لمبی ہوں اور اخلاق اچھے ہوں۔

(4)-عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا: (اِنَّهُ مَنْ اُعْطِيَ مِنَ الرِّفْقِ، فَقَدْ اُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ، وَحُسْنُ الْخُلُقِ، وَحُسْنُ الْجِوَارِ يَعْمُرَانِ الدِّيَارَ،وَيَزِيْدَانِ فِي الْاَعْمَارِ.)

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اُن کو فرمایا: جس کو نرمی عطا کی گئی، اُس کو دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی سے نواز دیا گیا اور صلہ رحمی، حسنِ اخلاق اور پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے (جیسے امورِ خیر) گھروں (اور قبیلوں) کو آباد کرتے ہیں اور عمروں میں اضافہ کرتے ہیں۔

حضور طاہر ملت بلا شبہ حسنِ اخلاق کے پیکر تھے، آپ کی زندگی اور بندگی سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے مطابق گزرتی تھی، اپنے اہلِ خانہ، اہلیہ محترمہ، اولاد امجاد اور اہلِ قرابت سے حسنِ سلوک کے اعتبار سے آپ کی شخصیت بہت بلند تھی، مسئلہ صرف اہلِ خانہ کا نہیں، بلکہ ہر ایک پر حد درجہ شفقت و محبت فرماتے تھے۔ آپ میں اخلاص وللّٰہیت کا بھرپور جذبۂ شوق تھا، آپ ایک بڑا ادارہ دار العلوم واحدیہ طیبیہ بلگرام شریف میں چلاتے تھے، آپ کے مریدین و متوسلین ملک اور بیرون ملک بڑی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں آپ نے ملکی اور غیر ملکی دورے بھی فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے۔

حضرت طاہر ملت کا وصالِ پرملال:

بلگرام کی سرزمین دنیائے تصوف میں محتاجِ تعارف نہیں، بڑے بڑے اکابر اس سرزمین کے سادات پر بہت کچھ نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں، حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی کا علمی اور روحانی فیضان آج بھی دنیا کو اپنا گرویدہ بنائے ہوئے ہے۔ ایک سے ایک یگانۂ روزگار شخصیات یہاں جلوہ گر ہوتی رہی ہیں۔

8 محرم الحرام 1443ھ/17 اگست 2021ء، بروز منگل دوپہر 3 بجے نور دیدۂ سادات کرام حضرت پیر سید طاہر میاں قادری بھی اس دنیائے فانی سے چل بسے۔ آپ تصوف و روحانیت میں بے مثال تھے، آپ کی دائمی جدائی سے ہر طرف سناٹا چھا گیا، مریدین و متوسلین میں کہرام مچ گیا، خاص طور پر اہلِ خانہ غم زدہ ہیں، پس ماندگان میں شہزادگان حضرت سید سہیل میاں قادری سجادہ نشین اور حضرت سید رضوان میاں، حضرت سید سعید اختر میاں اور دیگر اولاد اور اعزہ و اقارب غم زدہ ہیں۔ ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا کرتے ہیں، مولا یہ تیرے محبوب ﷺ کے نسب پاک کی یادگار ہیں، ان کے اہلِ خانہ، اولاد امجاد اور دیگر متعلقین اور وابستگان کو صبر جمیل عطا فرما، حضور طاہر ملت قدس سرہٗ کو کروٹ کروٹ جنت نشیں بنا، اپنے محبوب شافعِ محشر ﷺ کی شفاعت کبریٰ ان کا مقدر بنا۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ****☆

حضرت مولانا حفیظ الدین لطیفی ابوالعلائی علیہ الرحمۃ والرضوان

ولادت: 124ھ—وصال: 3 جمادی الاولیٰ 1333ھ

مولانا ساجد عالم لطیفی مصباحی

مشرقی بہار کی شہرہ آفاق ندی "مہانندا" کے کنارے بہت ساری علمی وادبی اور تہذیبی وسماجی ہستیاں محوِ خوابِ ابدی ہیں۔ کافی زیادہ دنوں کی بات نہیں صرف پونے دو سو ڈیڑھ سو سال کی مدت ہی میں یہاں بڑے قدآور صاحب کمال وجمال حضرات کی ایک ایسی قابل ذکر ولائقِ فخر جماعت گزری ہے کہ آج جن کی علمی وقلمی کاوشات اور دیگر مذہبی وسماجی خدمات و کارناموں کے اجلے اجلے نقوش وآثار بتا رہے ہیں کہ یہ کیسے کیسے لوگ تھے اور ان کی قدر و منزلت، وزن وقیمت کیا درجۂ اختیار رکھتی ہے۔۔۔؟؟؟؟ مرور ایام کی عجیب ستم ظریفی ہے کہ ان حضرات کے واقف کاروں نے ان کی تالیفات وتصنیفات اور ملی وسماجی خدمات اور کارگزاریوں کے نشانات وحالات کو کاغذ قلم کی امانت میں نہ دیا اور نہ ہی غیروں کو اس عمل کے لیے آمادہ کیا، کم از کم توجہ دلا کر خلوص وخیر خواہی کے باب میں نام درج کرانے کی زحمت گوارہ فرمالیتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ علم وادب، فکر وفن اور محاسن وفضائل کی کائنات کے ان بلند میناروں سے خود اس دیار کے خواص وعوام انصاف کی حد آگاہ نہیں ہیں۔ آج اگر ان شخصیات کی حیات وخدمات پر کوئی تحقیقی کام کرنا چاہے گا تو اس راہ میں اسے جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ گراں سودا کرنا پڑے گا۔

قدوۃ العلما زبدۃ الفضلا، حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی ابوالعلائی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی مشرقی بہار کے مردم خیز خطہ رحمان پور بارسوئی ضلع کٹیہار بہار سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی بھی شخصیت لوگوں کی قدر ناشناسی اور فراموشی کا شکار ہوئی۔ یہی سبب ہے کہ ایک صدی قبل یہ مایہ نازہستی تہ دارِ ذات آج دیارِ غیر تو چھوڑیے خود اپنے وطن میں اجنبیت کی الم ناکی سے دوچار ہے۔ حالانکہ حضرت لطیفی کی ذات اپنے علمی قد اور بے پناہ ملی وجماعتی کاوشوں کے تناظر میں حد درجہ جذب وکشش کا مادہ رکھتی ہے۔

قرائن ہیں کہ آپ نے اندازاً 1245ھ میں زندگی کی پہلی سانس لی۔ والد ماجد کا نام شیخ حسین علی تھا۔ شیخ موصوف ایک دین دار رئیس اور بہت اثر ورسوخ کے حامل معزز انسان تھے۔ حضرت لطیفی ابھی عہدِ طفولیت ہی میں تھے کہ والد بزرگوار خلد آشیاں ہوگئے۔ اب ایک اکیلی ماں تھی جس کا آنچل آپ کا آخری سہارا اور آسرا تھا۔ حضرت لطیفی جب سن شعور کو پہنچے تو زمینداران رسول پور کے مکتب میں ابتدائی تعلیم کا آغاز فرمایا اور پھر یہاں کے نصاب سے جب فارغ ہوئے تو براہ راست پٹنہ کی راہ لی اور یہاں استاذ العلما حضرت علامہ مولانا حسرت عظیم آبادی (تلمیذ رشید سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضلِ رسول بدایونی) کی شہرت یافتہ درس گاہ میں زانوے ادب تہ کیا۔ بعدہ لکھنؤ کے فرنگی محلی مدرسہ نظامیہ میں داخل ہوئے اور یہاں شہیر عرب وعجم حضرت علامہ عبدالحکیم نظامی فرنگی محلی ودیگر اساتذۂ وقت کے خوانِ علم سے لقمے چنے اور آسودہ حال ہوئے۔ آپ کے تعلیمی سفر کا آخری پڑاؤ ہے مدرسہ رحیمیہ دہلی، یہاں آپ نے اکابر زمانہ حضرت علامہ شاہ مخصوص اللہ حضرت علامہ موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تعلیم کا تکملہ فرمایا اور دستار وسند سے بہرہ یاب ہوئے۔

ممتاز رفقائے درس:

تاریخی آثار کے مخزن شہر پٹنہ اور عہد رفتہ کے نشانات وباقیات کی بستی دہلی تک یہ جلیل القدر شخصیتیں آپ کی رفیق درس رہیں۔ عاشق رسول عارف باللہ حضرت علامہ عبدالعلیم آسی غازی پوری، حضرت مولانا سیدنا سید شاہ شہود الحق پیر بیگھوی اور حضرت مولانا فاروق چریاکوٹی قدست اسرارہم۔

درس وتدریس:

آپ کی 87 سالہ عمر عزیز کا تقریباً 60 سالہ دور درس وتدریس

سے عبارت رہا۔ اس دوران آپ نے مدرسہ شاہجہاں پور (یوپی)، مدرسہ مجگواں (بھاگلپور، بہار)، مدرسہ و خانقاہ کبیریہ سہسرام (بہار)، مدرسہ اساقت رحمت محمدیہ اسٹیٹ پورنیہ (بہار)، مدرسہ و خانقاہ لطیفیہ رحمان پور تکیہ شریف، بارسوئی (کٹیہار، بہار) میں مسندِ درس و تدریس بچھائی اور تشنگانِ علم و ادب کو سیراب و فیضیاب کیا۔ ان مدارس میں مدرسہ و خانقاہ کبیریہ سہسرام سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے۔ یہی وہ مرکزِ علم ہے کہ جہاں آپ نے اپنے علمی وفنی کمالات و امتیازات کے شیریں چشمے جاری فرمائے۔ یہاں آپ کی درس گاہ سے ایک سے ایک مہر تاباں و خورشید درخشاں نکلے۔ یہاں آپ کے قیام کی مدت 12 سال رہی، ایک اندازہ کے مطابق تقریباً پانچ سو جید فارغین قوم وملت کو دستیاب ہوئے تاریخ کی توانامٹھی میں چند نام رہ گئے ہیں۔ دو نام بہت قابلِ ذکر ہیں۔ ایک تاجدارِ معقولات حضرت علام عثمان شاہ آبادی کی محیر العقول ذات ہے، آپ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے ممتاز مدرس اور بلند پایہ ماہر معقولات تھے۔ منطق وفلسفہ میں بزبان عربی نو تصانیف آپ کے قلم خوش خرام سے آراستہ ہوئیں۔ آپ اپنی تصنیفات و تالیفات اور تدریسی مہارت کے سبب دیارِ عرب میں بہت مشہور ہوئے تھے اور علمی وفکری دنیا کو خوشگوار حیرت کا احساس دلایا تھا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کی دعوت پر آپ حجاز مقدس تشریف لے گئے اور پوری زندگی مدرسہ صولتیہ کے حدود اربعہ میں گزار دی۔

دوسرے ہیں فخر العلما حضرت مولانا فرخند علی فرحت سہسرامی (والد ماجد مولانا کامل سہسرامی) بانی دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام جو فقہ وافتا اور تفسیر وحدیث میں بے نظیر بصیرت و بصارت کے حامل تھے۔ شمالی مشرقی ہند کے معاصر آپ کو قدر ووقار کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور بہ وقت ضرورت آپ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام کی درس گاہ سے آپ نے کثیر نابغۂ روزگار علما وفضلا پیدا کیے۔

حضرت لطیفی نے تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی یہاں خوب زور شور سے جاری رکھا۔ فارسی شعروادب پر ایک ضخیم دیوان "دیوان لطیفی" تصوف کے اسرار ورموز پر مشتمل کتاب "لطائف حفظ السالکین" درس نظامیہ کی معروف نصابی کتاب "میزان منطق" کی نہایت عمدہ اور مبسوط شرح "فوائد نوریہ" یہیں زیور تحریر سے آراستہ ہوئی۔

شادی اور اولاد امجاد:

تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ پٹنہ سٹی متّصل تکیہ عشق مقیم رہے۔ اسی دوران وہاں کے کسی قریبی شخص کے ذریعہ مگڑاواں بہار شریف میں عبد الکریم مرحوم کی لڑکی سے آپ کی رسم شادی طے پائی۔ سید صاحب ایک دین دار اور پاکیزہ اوصاف و خصائل کے مالک، لیکن مالی لحاظ سے کمزور انسان تھے مگر چوں کہ حضرت لطیفی کو انتخاب میں دین پرور اور مذہب پسند خاتون مطلوب تھیں بفضلہ تعالیٰ وہ دولت اس سادات گھرانے میں موجود تھی۔ اس لیے بصد رضا ورغبت اس رشتے کو قبول فرمایا اور پھر رشتۂ ازدواجی نبھانے میں تادم آخر بہر نوع کاوشیں فرمائیں۔ آپ کی چھ اولادیں ہوئیں تین نرینہ تھیں۔ حضرت امام مظفر، حضرت مولانا مخدوم شرف الہدی، حضرت خواجہ وحید اصغر علیہم الرحمۃ والرضوان۔

بیعت وخلافت:

دستیاب معلومات کے مطابق تدریسی دور میں ہی آپ بیعت و خلافت کی سعادت سے سرخرو ہوئے۔ پٹنہ سٹی میں دریائے گنگا کے ساحل پر پرسکون محلہ "متین گھاٹ" آباد ہے۔ یہاں اڑھائی صدی پہلے ایک مرد درویش صاحب دل صوفی اور ممتاز ترین اہل دیوان شاعر حضرت سید نا مولانا شاہ رکن الدین عشق قدس سرہٗ (متوفی 1203ھ) نے ایک خانقاہ بنام خانقاہ عشق" کی بنیاد رکھی تھی اور سجادۂ فقر وتصوف آراستہ کر کے ایک جہاں کے باطنی امراض وعلل کا مداوا شروع فرمایا تھا۔ ان کے وصال کے بعد ان ہی کی مبارک نسل اور حسب ونسب کے لائق فائق افراد ورجال اس زریں سلسلے کو آگے بڑھاتے رہے۔ تاآں کہ تیرہویں صدی ہجری میں نبیرۂ عشق حضرت سیدنا مولانا شاہ خواجہ لطیف علی قدس سرہٗ (متوفی 1299ھ) کا دور پُربہار آیا۔ حضرت لطیفی ان ہی کے دست گرفتہ تربیت یافتہ اور عاشق سوختہ تھے۔ بیعت و خلافت، امور طریقت و اسرار حقیقت کی ساری دولت گراں مایہ ان ہی کی ایک جنبش ابرو کے طفیل میسر ہوئی تھی۔ آپ سرکار شاہ خواجہ لطیف علی کے آستانہ فلک آشیانہ سے بارہ سال تک چمٹے رہے اور فرض غلامی کی ادائیگی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ فرمایا۔

اپنے وطن میں دینی وعلمی خدمات:

طلب علم اور پھر درس و تدریس میں آپ نے اپنی زندگی کی چھ دہائی بیرون وطن بسر فرمائی۔ ساتویں دہائی کے اوائل میں وطن مالوف تشریف لائے۔ یہاں آکر مدرسہ و خانقاہ لطیفیہ کی داغ بیل ڈالی اور ایک عالیشان مسجد کی بنیاد رکھی۔ ان دنوں اس خطے میں جسے آج

سیمانچل اور مالدہ و دیناج پور اضلاع بنگال سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دینی تعلیم کا کوئی ادارہ نہ تھا۔ اس لیے فطری طور پر مدرسہ و خانقاہ لطیفیہ کے قیام کی خوب پذیرائی ہوئی اور اس کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ مختصر مدت میں ہی علاقائی سطح پر طالبان علوم نبویہ کی ایک قابل ذکر تعداد اس ادارے سے فیضیاب ہوئی اور پھر انھوں نے اپنے اپنے علاقوں میں مدارس و مکاتب قائم فرمائے۔ جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار، جامعہ شرفیہ لطیفیہ کشن گنج، جیسے فعال و باوقار تعلیمی ادارے اسی مدرسہ و خانقاہ لطیفیہ کی تعلیمی تحریک اور جدو جہد عمل کے آثار علامات ہیں، صحیح معنوں میں یہ ایک چراغ کیا جلا کہ ان گنت چراغ جل اٹھے۔

یہاں بھی آپ نے علمی و قلمی کام کیا۔ متعدّ و علوم و فنون پر درجن بھر کتابیں تحریر فرمائیں۔ مکتوبات لطیفی، رقعات لطیفی، جریس الغیب، خذ بجد بما اغنی من الکلام، تسہیل التصریف اور عجالہ نافعہ وغیرہ کتب و رسائل جو عربی و فارسی اور اردو زبانوں میں ہیں، یہیں تحریر کی لڑی میں پروئے گئے۔ مذکورہ بالا تصنیفات میں ''مکتوبات لطیفی'' شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں حضرت نے فقہ و کلام اور تصوف و سلوک کے ڈھیروں مسائل و امور کو موضوع سخن بنایا ہے اور اپنی نادر تحقیقات اور نفیس نکات کا ایک عجیب سماں باندھ دیا ہے، مسئلہ امتناع کذب باری تعالیٰ کہ جسے حریفان اہل سنت و جماعت نے چھیڑ کر مسلم الثبوت اسلامی عقائد میں نزاع کھڑا کر دیا تھا۔ آپ نے اپنی علمی شوکت اور خاراشگاف قلم سے اس مسئلے پر ان لوگوں کی اچھی خبر لی ہے۔ بعض مکاتیب باطل فرقوں کے رد و ابطال ہی میں لکھے گئے ہیں کہ جن میں احقاق حق و ابطال باطل پر پختہ دلائل و براہین کا انبار ہے۔ اکثر مکاتیب تصوف و سلوک کے موضوع کا احاطہ کیے ہوئے ہیں ان مکاتیب میں اس فن کے دقائق و اسرار بڑے دل نشیں اسلوب میں واضح کیے گئے ہیں مختصر یہ ہے کہ مکتوبات لطیفی پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

بعض مشہور معاصرین اور ان سے تعلقات:

تحریک جدوہ در ردِ تحریک ندوہ کے حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، تاج الفحول علامہ عبد القادر بدایونی اور حافظ بخاری علامہ عبد الصمد سہسوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ آپ کی قربت و رفاقت اور ہم مجلسی کا ثبوت ملتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب تحریک ندوہ کی باطل صلح کلیت فزوں ہوئی تو ان حضرات نے اس کے مقابل تحریک جدوہ کی بنیاد رکھی اور اس کے پلیٹ فارم سے اصلاح امت و فروغ دین کا کام شروع فرمایا۔ اس تحریک کی بھرپور کامیابی کے لیے ہم مسلک و ہم فکر اصحاب کی ضرورت تھی۔ اس لیے ان بزرگوں نے ملک بھر کے طول عرض سے اکابر علما و مشائخ کو اس تحریک سے جوڑنا چاہا۔ حضرت لطیفی اسی موقع پر ان حضرات سے قریب ہوئے اور پھر رفتہ رفتہ ان بزرگوں کے درمیان باہمی وابستگی استوار ہوئی۔ ان جلیل القدر ہستیوں کے علاوہ یہ حضرات قدسیہ بھی آپ کے احباب میں تھے۔ حضرت مولانا شاہ امین احمد فردوسی، حضرت مولانا قاضی عبد الوحید فردوسی، حضرت مولانا قادر بخش سہسرامی اور حضرت مولانا شاہ ملیح الدین کبیری علیہم الرحمۃ والرضوان۔

وقت کی ایک اہم ضرورت:

قدوۃ العلما، حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمۃ کی طویل دینی، علمی، قلمی، دعوتی، تبلیغی سماجی اور ممتاز روحانی خدمات کے تناظر میں یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ارباب علم و قلم اور صاحبان لوح و قرطاس اٹھیں اور آپ کی شخصیت و فکر پر بھرپور لکھیں۔ ان کی درجن بھر اہم تصانیف کو از سر نو ایڈیٹ کر کے علمی حلقے تک پہنچائیں۔ حضرت لطیفی کسی خاندان کے صرف مورثِ اعلیٰ و مربی اول ہی نہ تھے بلکہ تاریخی واقعہ تو یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے علمی مقتدا اور روحانی امام بھی تھے۔

وصال پر ملال:

پوری حیات مستعار وطن و بیرون وطن میں درسی اور قلمی کارنامے انجام دینے کے بعد 30 جمادی الاولیٰ 1333ھ کو پیام اجل آیا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

ہر سال مذکورہ تاریخ میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ آپ کا عرس پاک منعقد ہوتا ہے۔ جس میں بہار، بنگال، بنگلہ دیش اور نیپال سے کثیر تعداد میں ارادت مندوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ گنبد و مینار کے ساتھ آپ کا پر شکوہ مقبرہ بنا ہوا ہے۔ مزار پاک سے متّصل جامع مسجد لطیفی اور حجرہ شریف بھی ہے۔ جب کہ آستانہ کے صحن میں آپ کی روحانی یادگار ''مدرسہ لطیفیہ'' ہے۔

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد

*****

تاریخ نگاری اور علماے اہلِ سنت

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

مارچ 2022 کا عنوان	سرکارِ مدینہ ﷺ اور ماہِ شعبان
اپریل 2022 کا عنوان	عالمِ عرب میں عظمتِ خوتین کی پامالی

جہانِ اہلِ سنت میں تاریخ اسلام پر کتابیں

مفتی محمد ساجد رضا مصباحی

مذاہب عالم میں اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس کی تاریخ مکمل طور پر محفوظ و موجود ہے، ہزاروں ایسے مسلم مورخ ہیں جنھوں نے فن تاریخ کی تدوین میں کارہاے نمایاں انجام دیے، تمدن کی کوئی شاخ اور معاشرت کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس پر مسلمانوں نے تاریخیں مرتب نہ کی ہوں۔ تاریخ کی جان اور روح روایت کی صحت ہے اور اس کو مسلمانوں نے اس درجہ ملحوظ رکھا ہے کہ آج بھی اس حوالے سے مسلمانوں کے سوا کسی دوسری قوم کو بطورِ مثال پیش نہیں کیا جاسکتا، دوسری اقوام اور دوسرے ممالک کی تاریخیں مرتب کرنے میں بھی مسلمانوں کی طرف سے نہایت زبردست صلاحیتیں صرف کی گئی ہیں، فن تاریخ کو علم کے درجہ تک پہنچانے کا کام مسلمانوں ہی کی نظر التفات کا رہین منت ہے۔

قرآن کریم نے مختلف آیات میں انسانوں کو یہ دعوت دی ہے کہ وہ گزشتہ اقوام کی زندگی کا مطالعہ کریں۔ کتاب ہدایت نے ان کی زندگی کے مفید نکات پیش کرنے کے بعد انسانوں کو یہ دعوت دی کہ وہ اللہ کے نیک بندوں کو اپنا ہادی و رہنما بنائیں اور ان کی زندگی کو اپنے لیے نمونہ سمجھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ [الممتحنة/4]

بے شک تمھارے لیے اچھی پیروی تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں۔ [کنزالایمان]

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے بارے میں فرمایا گیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [الاحزاب/21]

بے شک تمھیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ [کنزالایمان]

تاریخ اسلام کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سرکار دوعالم ﷺ کی بعثت کے واقعات اور بعد میں پیش آنے والے سرایا وغزوات کے حالات نہ صرف اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے تھے بلکہ اپنی اولاد کو بھی انھیں یاد کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے، ہر دور اور ہر زمانے میں صالحین نے اپنی تاریخ کی حفاظت کی اور اسے سینے سے لگائے رکھا۔ اسلامی تاریخ کی اسی عظمت کی وجہ سے مسلم موّرخین خاص طور پر محمد بن اسحاق، ابن ہشام، ابن شہاب زُہری، ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، ابن خُلدون، ابن کثیر، جلال الدین سیوطی وغیرہ نے اسلامی تاریخ کی تدوین اور اس کی حفاظت کے حوالے سے بڑا اہم کارنامہ انجام دیا ہے، آج ان کی کتابیں مآخذ کا درجہ رکھتی ہیں۔

استاذ دارالعلوم غریب نواز، داھوگنج، کشی نگر، یوپی sajid.misbahi@gmail.com

ماٰخذ کی حیثیت رکھنے والی تاریخ اسلام کی اکثر کتابیں عربی زبان میں ہیں، جن سے استفادہ اردو خواں طبقے کے لیے مشکل ترین امر ہے، تاریخ کی ان اہم کتب کے ترجمے اردو سمیت مختلف زبانوں میں ضرور ہوئے ہیں، لیکن ان ترجموں میں جو خیانتیں ہوئی ہیں وہ بھی ذی علم طبقے سے مخفی نہیں ہیں، اکثر مترجمین گمراہ فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں، انھوں نے ترجمہ نگاری میں علم ودیانت کے تقاضوں سے صرف نظر کرتے ہوئے اہل سنت کے نظریات پر چوٹ کرنے کی کوشش کی ہے اور تاریخی حقائق پر پردہ ڈالنے کا کام کیا ہے۔ ایسے ترجموں کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ یہ ترجمے نہ ہوتے تو اچھا ہوتا۔

یہ بھی ایک افسوس ناک پہلو ہے کہ اردو زبان میں باضابطہ تاریخ اسلام پر لکھی جانے والی اکثر کتابیں غیروں کی ہیں، میں یہاں ان کتابوں اور ان کے مصنفین کا نام ذکر کرکے ان کی تشہیر کرنا مناسب نہیں سمجھتا، ان مصنفین نے تاریخ نگاری کے نام پر جو گل افشانیاں کی ہیں وہ بھی اہل نظر سے مخفی نہیں۔ تاریخ نگار حقائق وواقعات بیان کرتا ہے، اس میں کسی طرح ذاتی خیالات ونظریات کو شامل کرنا اس کے لیے روا نہیں ہوتا، اور نہ الفاظ وتعبیرات کا سہارا لے کر کسی ایک طبقے پر طعن تشنیع اس کا کام ہوتا ہے، اردو زبان میں لکھی جانے والی اسلامی تاریخ کی ان کتابوں میں جہاں حقائق کو توڑ مڑور کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، وہیں اپنے باطل وفاسد خیالات کو شامل کرنے کا بھی شرم ناک کام کیا گیا ہے۔ اس طبقے سے تعلق رکھنے والے خیانت پسند مصنفین نے اردو زبان میں سیرت نبوی کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں بھی یہی گھنونا کام کیا ہے اور ایسی ایسی شرانگیزی کی ہے کہ اللہ کی پناہ!۔

وہ تو کہیے کہ سیرت نبوی میں جامع انداز میں سیرت الرسول المعروف بہ ضیاء النبی لکھ کر پیر کرم شاہ ازہری نے اہل سنت کی جانب سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ ورنہ اس میدان میں بھی ہماری جماعت میں اس کا کوئی متبادل نہیں تھا۔

اردو زبان میں اسلامی تاریخ کے حوالے سے علماے اہل سنت کی کاوشوں کا جائزہ لیا جاتا ہے تو بڑی مایوسی ہاتھ آتی ہے، ابھی تک اس موضوع پر اہل سنت کے کسی مستند عالم دین کی باضابطہ کوئی کتاب نظر نہیں آتی، تاریخ اسلام کے بعض گوشوں پر ہمارے علما کی کچھ کتابیں ضرور ہیں، لیکن باضابطہ اس موضوع پر کوئی قابل ذکر کتاب نظر نہیں آتی، شاید یہی وجہ ہے کہ ہمارے کئی مرکزی اداروں میں تاریخ اسلام کے مطالعے میں انھی غیروں کی کتابیں داخل نصاب ہیں، جو یقیناً ہمارے لمحۂ فکر ہے، اور ہماری غفلتوں کا ثبوت بھی۔

الحمدللہ ہماری جماعت میں ایسے بزرگ علما اور اصحاب فکر وقلم موجود ہیں جو علم وعمل، فکر وبصیرت، علم وآگہی، دانائی وبینائی اور اخلاص وللّٰہیت کے دولت لازوال سے مالا مال ہیں، جن کی علمی وقلمی صلاحیتوں کا ایک جہان معترف ہے، جن سے اس موضوع پر مستند، معتبر اور جامع کتاب لکھوائی جاسکتی ہے۔ سچ یہ ہے کہ اب نہ تو وسائل کی کمی ہے اور نہ افراد کی، بس لازم ہے کہ ہم اپنے اندر جماعتی سطح کی ضرورتوں کا احساس پیدا کریں، دینی وجماعتی مفادات کو ترجیح دیں، اپنے اندر احساس زیاں پیدا کریں، انفرادی طور پر نہ سہی اکیڈمک سطح پر ہی کریں، لیکن اس کام کو ترجیحی طور پر کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ ہماری جماعت جب ہر اعتبار سے خود کفیل ہے تو اس جہت سے ہم کسی کے محتاج کیوں رہ جائیں، ہم اپنی عوام اور اپنی نئی نسل کے سامنے غیروں کی کتابیں پروس کر کوئی اچھا پیغام نہیں دے سکتے، بلکہ یہ اپنی غفلتوں کا اعلان ہوگا۔

قدیم کتابوں کی نشر واشاعت، نئے حواشی اور نئی کتابوں کی ترتیب وتدین کے حوالے سے قومی وبین الاقوامی سطح پر مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے جو اعتبار واعتماد حاصل کیا ہے وہ کسی معاصر اشاعتی ادارے کو نہیں حاصل ہوسکا ہے، کام بولتا ہے، اور کام کرنے والے دلوں میں جگہ بناتے ہیں، اس کی زندہ مثال مجلس برکات اور اس سے وابستہ علما ومصنفین ہیں، مجلس کے زیر اہتمام سیکڑوں کتابوں کی اشاعت کے ساتھ "مصباح الانشا" کی ترتیب نے پوری جماعت کی جانب سے فرض کفایہ ادا کیا ہے، ور نہ اس سے قبل ہم کہاں تھے یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ جماعتی ضرورتوں کو پورا کررہا ہے، اردو زبان میں ایک "مستند تاریخ اسلام" کی ترتیب وتدین بھی ایک دینی وجماعتی ضرورت ہے، مجلس برکات کے زیر اہتمام اگر یہ اہم کام بھی انجام پاجائے تو قوم وملت پر ایک بڑا احسان ہوگا۔

ہندوستان میں اس وقت کئی اور اکیڈمیاں اور اشاعتی ادارے ہیں جہاں سے بڑا کام ہورہا ہے، جس کے ذمے داران اہل سنت کی اشاعتی ضرورتوں کو پورا کررہے ہیں، ایسے اداروں کو بھی اس پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ اللہ کرے کوئی سبیل پیدا ہو اور اس جماعتی ضرورت کی تکمیل کا راستہ آسان ہو۔ ❁ ❁ ❁

اہل سنت نے اسلامی تاریخ پر کام کرنے کی ابھی نیت بھی نہیں باندھی ہے

از: مولانا محمد عابد چشتی

[illegible] استاذ دارالعلوم غریب نواز، داہوگنج، کشی نگر، یوپی

اسلام کی کرن پھوٹنے سے پہلے روے زمین کی سماجی، معاشرتی اور اخلاقی صورت حال کیا تھی تاریخ نے ان تاریک لمحات کو کا مطالعہ ہمیں ایسے دور سے متعارف کراتا ہے جہاں اخلاق و کردار، حسن معاشرت، رواداری، عدل گستری، بہی خواہی، حیاو پاکیزگی، احترام انسانیت، انصاف وحق پسندی اور ایثار جیسے عناصر کے لیے کوئی خاص مقام نہیں تھا ،جوایک صالح انسانی معاشرے کا تلازمہ ہیں۔ خود غرضی اور نفس پرستی اپنے نقطۂ کمال پر پہنچی ہوئی تھی جس کے نتیجے میں سفاکیت و بے رحمی اور عدم برداشت کی ایک متعفن فضا قائم تھی جہاں انسانیت کو سانس لینا دشوار تھا۔ ایک طرف طبقاتی نظام اور بادشاہوں کے ظالمانہ رویے انسانی احترام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے تھے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ محض اپنے شوق کی تسکین کے لیے بھوکے اور خونخوار شیروں کے ساتھ انسانوں کو زبردستی لڑایا جاتا تھا جہاں اس انسان کی بے بسی پر رحم کے بجائے قہقہوں کی آواز گونجتی تھی، گویا ایک انسان کی جان کی قیمت کسی کے ذاتی شوق سے زیادہ نہیں تھی، تو دوسری طرف عوامی سطح پر اخلاقی انحطاط معاشرے کی تباہی میں اپنی بھرپور ساجھی داری نبھا رہا تھا۔

ایسے حالات میں اسلام جیسا پاکیزہ اور آسمانی مذہب انسانیت کے لیے نوید بہار اور مژدۂ جاں فزا بن کر آیا، جس نے تاریخ کا دھارا موڑ دیا اور سسکتی ہوئی انسانیت کو سہارا دے کر اس میں نئی روح پھونک دی، روشنی کے سورج اگائے، اخلاقی اقدار و روایات کو پنپنے کا موقع ملا اور دیکھتے دیکھتے اسلامی انقلاب کے سایے میں انسانیت دوبارہ اپنا وجود برقرار رکھنے میں کامیاب ہوگئی۔ اسلامی تاریخ کا یہ قافلہ جوں جوں آگے بڑھا، دلوں میں عظمت و شوکت کے نقوش ثبت کرتا گیا اور آج اکیسویں صدی کے اس دور میں جب کہ ہر طرف اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کے وجود کو صفحۂ ہستی سے ختم کرنے کے لیے عالمی ذہن رات دن ایک کر رہے ہیں اور دنیا کو اسلام سے متنفر کرنے کے لیے نت نئے ہتھکنڈے اپنائے جا رہے ہیں، اس ماحول میں بھی اسلام کی تاریخ کی مقناطیسیت امن و سکون کے متلاشیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں ایک حد تک کامیاب ہے۔

یہاں پہنچ کر عرض کر دوں کہ مندرجہ بالا سطور میں جو کچھ عرض کیا گیا اس میں اسلام کی محسوس تاریخ کا حصہ زیادہ ہے جواب صرف کتابوں کے سفید اوراق میں سمٹ کر رہ گیا ہے اور اب کتابیں ہی وہ موثر ذریعہ ہیں جن کے توسط سے ہم اپنی نسلوں اور غیروں تک اسلامی تاریخ کے اس کیف آگیں دور کی روایات منتقل کر سکتے ہیں جس نے انسانیت کو ثریا کی ہم دوشی کا شرف بخشا تھا۔ حالات کے جبری تقاضے بھی اسلامی تاریخ کی عصری پیش کش کا پور زور مطالبہ کر رہے ہیں مگر افسوس اس بات کا ہے کہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر ہم اپنی سنہری اور امن آموز تاریخ کو پیش کرنے میں نہ ماضی میں سنجیدہ تھے اور نہ اب سنجیدہ دکھائی دے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے عنوان پر ہمارے یہاں چند مضمونچوں کے علاوہ کوئی قابل قدر مواد موجود نہیں ہے۔

میری ناقص معلومات اگر ٹھوکر نہیں کھا رہی ہے تو میں یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہوں کہ اہل سنت نے اس میدان میں پیش رفت کی ابھی نیت تک نہیں باندھی ہے چہ جائے کہ کوئی مرحلہ طے کیا گیا ہو۔ جس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی تاریخ کا سب سے اول اور درخشندہ باب نبی کریم ﷺ کی سیرت کا ہے، جن کی دہلیز کرم سے والہانہ وابستگی اور عقیدت مندانہ ارتباط ہی اہل سنت کا نشان امتیاز ہے اور جن کے قدموں کا بوسہ لے کر ہی اسلامی تاریخ کی ابتدا ہوتی ہے مگر کون نہیں جانتا کہ اگر پیر کرم شاہ ازہری کی لکھی سیرت کی معروف اور شہرہ آفاق کتاب "ضیاء النبی" کو درمیان سے نکال دیا جائے تو اہل سنت کے یہاں سیرت جیسے اہم موضوع پر بھی تسلی بخش اور تفصیلی لٹریچر دستیاب کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اہل سنت کے جامعات میں غیروں کی لکھی

abid.chishti@rediffmail.com

"اسلامی تاریخ" کا نصاب میں شامل ہونا ہماری اجتماعی چشم پوشی اور اسلامی تاریخ کے تئیں ہماری اسی مشترکہ بے رغبتی کی چغلی کھا رہا ہے۔

اگر حالات کی تہ میں پہنچ کر دیکھا جائے تو اس صورت حال کا سب سے اہم اور بنیادی سبب اہل سنت کا آپسی بکھراؤ، چپلقش، مشرب و نعروں کے نام پر ہونے والی رسہ کشی اور جماعتی مفاد کو ترجیح نہ دینا ہی سمجھ میں آتا ہے جس نے بری طرح ہماری فکر کو محدود کر کے رکھ دیا اور جماعتی سطح پر جن موضوعات پر پوری منصوبہ بندی کے ساتھ لکھنے کی ضرورت تھی وہ اختلافی گہما گہمی کی دھند میں کہیں دب کے رہ گئے اور قرطاس و قلم کی ساری توانائیوں کا رخ غیر ضروری یا وقتی موضوعات کی سمت ہو گیا۔ آپ خود دیکھیں کہ آج اہل سنت میں تحقیق کے ساتھ اچھا لکھنے والوں کی کمی نہیں ہے، جب کہ تین دہائی قبل یہ تعداد انگلیوں پر شمار کی جا سکتی تھی، نیز پہلے کی بنسبت وسائل میں بھی تنوع ہوا ہے مگر اس کے باوجود محدود افکار و نظریات کی ترسیل و اشاعت پر ہی ہمارا ارتکاز دکھائی دیتا ہے اور جن موضوعات کے توسط سے ہم ملکی اور عالمی سطح پر مسلک کی نمائندگی کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں ان کے تئیں ہماری فکر مجرمانہ حد تک جمود و تعطل کا شکار نظر آتی ہے۔

دوسرا اہم سبب یہ ہے کہ تاریخ پر لکھنا صبر آزما، محنت طلب اور جاں گسل کام ہے جس کے لیے بلند ہمت، تحقیقی مزاج اور سیال قلم کے مالک افراد کی ضرورت ہے جن سے سیرت و تاریخ جیسے تفصیلی اور ضروری موضوعات پر خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں، مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ ایسے افراد کی خاطر خواہ حوصلہ افزائی بھی اور انھیں واقعی اہمیت دی جائے جب کہ ہمارے یہاں اسی مزاج کا فقدان ہے۔ شعلہ بار مقررین، پیشہ ور خطبا اور نعت خوانوں کی جس قدر پزیرائی اہل سنت کی خانقاہوں سے لے کر عوامی سطح تک ہے اتنی پزیرائی اگر اہل قلم کی ہونے لگے، جو رات دن ذہن سوزی کر کے جہان اہل سنت میں نت نئے موضوعات کا اضافہ کر رہے ہیں، تو شاید ہم اس خلا کو پر کرنے میں دیر سے سہی کچھ کامیاب ہو سکتے ہیں۔

خیر ضرورت ہے کہ اہل سنت کے ارباب حل و عقد سر جوڑ کر بیٹھیں، اسلامی تاریخ کا خاکہ تیار کریں اور مستند تاریخی دستاویز کی تیاری کی طرف پیش رفت کریں تاکہ ہم آنے والی نسلوں کو قابل اطمینان اور غیر مسخ شدہ اسلامی تاریخ سے روشناس کرا سکیں اور ہماری طرح ہماری نسلیں کم از کم غیروں کی مرہون منت نہ رہیں۔ ❁ ❁ ❁

(ص:17 کا بقیہ)۔۔۔

مذہبی و سماجی تحریکیں: جہیز کی روک تھام کے لیے کچھ سماجی تنظیموں نے بڑا اہم رول ادا کیا ہے، ہم صرف دو تنظیموں کے ذکر پر اکتفا کریں گے:

نئی دہلی کے "سینٹر فار سوشل ریسرچ" کی ڈائریکٹر رنجنا کماری ایک مشہور نام ہے۔جہیز کی روک تھام میں ان کا کردار بڑا ہے۔انہوں نے اس باب میں حکومت وقت کو بھی آنکھ دکھائی ہے، محکمۂ پولیس کی رشوت خوری، سست روی اور ہیرا پھیری پر بھی آواز اٹھائی ہے۔

جھارکھنڈ کے اضلاع پلامو، گڑھوا اور لاتیہار کے چنندہ مسلمانوں نے رسم جہیز کے خلاف ایک اچھی تحریک چھیڑ رکھی ہے۔ یہ تحریک 2017ء میں وجود میں آئی تھی، علی احمد نامی ایک شخص سے لوگ شادی بیاہ کے موقعوں پر قرض مانگنے جایا کرتے تھے، یہی بات اس کے دل کو چھو گئی، دوستوں کے ساتھ ایک "جہیز مخالف تحریک" قائم کی، اور میدان عمل میں اتر آئے، کم وقت میں اس تحریک نے بڑا کام کیا، تین اضلاع میں اپنا کام پھیلا دیا، ارکان تحریک گھر گھر جا رہے ہیں، مسلم سماج کو جہیز نہ لینے کے لیے بیدار کر رہے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق اب تک سات سو مسلم کنبوں سے جہیز کی رقم واپس کروا چکے ہیں۔

جہیز کی لعنت کو ختم کرنے کے لیے چند سفارشات:

جہیز کا خاتمہ کرنے کے لیے چند سفارشات نذر قارئین ہیں، ان سفارشات سے جہیز کی برائی کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا، ہمارا ہرگز یہ دعوی نہیں ہے، البتہ اس کی روک تھام کے لیے ہیں یہ سفارشیں بہت حد تک کارآمد ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

[1] نوجوانوں کو اپنے گھر والوں کو سمجھانا چاہیے۔اپنے والدین سے صاف صاف کہہ دینا چاہیے کہ جہیز لیں گے تو ہم نکاح نہیں کریں گے۔

[2] نکاح خواں حضرات کو اعلان کرنا چاہیے کہ جس نکاح میں سامان جہیز یا نقد رقم لی جائے گی، وہ نکاح ہم نہیں پڑھائیں گے۔

[3] علما اور شرفا کو اعلان کرنا چاہیے کہ جہیز والی شادی کی دعوت میں ہم شریک نہیں ہوں گے۔

[4] سماج کے باثر، اہل علم اور سنجیدہ لوگوں کی ایک ٹیم ہونی چاہیے جو نا جہیز کے رشتے طے کرنے میں مدد کرے، طے شدہ رشتوں میں جہیز نہ لینے اور نہ دینے میں افہام و تفہیم کرے۔

مذکورہ سفارشات کے علاوہ دوسرے بہت سے طریقے ہیں جنھیں جہیز مخالف تحریک میں اختیار کر سکتے ہیں۔ ❁❁❁

گوشۂ ادب

اردو زبان و ادب کا فروغ اور اس کے عملی طریقے

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جو اردو بول سکتے ہیں

وزیر احمد مصباحی

یہ حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے کہ ہمارا ملک بھارت ایک ایسا دیس ہے جہاں مختلف بولیاں بولی جاتی ہیں، مختلف مذاہب اور گوناگوں افکار و خیالات کے لوگ یہاں بستے ہیں۔ اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ تاریخ سے اپنی آنکھوں کا رشتہ ہموار کریں، یہ ساری حقیقتیں دو دو چار کی طرح عیاں ہوتی چلی جائیں گی، چند میل کے ہی فاصلے پر مختلف بولیاں بولنے والے مل جائیں گے۔ کہیں بنگلہ، اردو، میتھلی، کنڑ، گجراتی اور پنجابی تو کہیں تیلگو، مراٹھی اور آسامی وغیرہ۔

اس بات سے ہم اور آپ ضرور واقف ہوں گے کہ ملک بھر میں بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں کے فروغ و ارتقا کے لیے مختلف تنظیمیں اور ادارے قائم ہیں اور ان زبانوں کے ماہرین اور محبین حسب استطاعت و لیاقت زبان و بیان کی خدمت کر رہے ہیں۔ انھیں زبانوں میں سے ایک پیاری اور شیریں زبان اردو بھی ہے۔ اردو کی درست تاریخ کا اگر آپ مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کی درست تعمیر و ترقی میں جہاں مسلم علما، طلبا اور اسکالرز نے نمایاں کردار ادا کیے ہیں وہیں غیر مسلم شعرا، قلم کار اور اسکالر نے بھی اس کی خوب آبیاری کی ہے۔ پریم چند، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر، مالک رام، آغا حشر کاشمیری اور آتش وغیرہ ایسے سیکڑوں نام ہیں، جنھوں نے تا عمر اردو کی زلف برہم کو سجانے و سنوارنے میں نمایاں کردار ادا کیے ہیں۔ ان کی تحریریں، افسانے، انشائیے، رپورتاژ، ڈرامے اور ناولیں وغیرہ آج بھی اردو دنیا میں ذوق و شوق سے پڑھی جا رہی ہیں اور طلبا و اساتذہ وغیرہ کی کثیر تعداد مشترکہ طور پر ان سے مستفید ہو رہی ہیں۔

18 ویں صدی میں قائم ہونے والے فورٹ ولیم کالج نے ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی سربراہی میں اردو زبان و ادب کے فروغ و ارتقا میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ یہ درست ہے کہ اردو کی ابتدائی ترقی میں دکن نے اہم رول نبھایا اور وہیں سے اردو نے ملک بھر میں اپنے پر پھیلانے شروع کیے، مگر بعد کے زمانے میں سر سید احمد خان نے علی گڑھ تحریک کے تحت اپنے باصلاحیت رفقا کے ہمراہ اردو کی آبیاری اس نہج پر کر دیں کہ وہ سلسلہ آج تک محمود و مستحسن گردانا جاتا ہے۔ آپ نے اردو کو بے جا لفاظی، صناعی اور رنگارنگی سے پاک و صاف کر کے سادہ، عام فہم اور واضح لفظوں میں مدعا نگاری کی حسن روایت کی زبردست بنا ڈالی۔ میرا خیال ہے اس وقت تک ملک بھر میں کہیں بھی محض زبان و بیان کے نام پر بھید بھاؤ کا بازار اس طرح گرم نہ تھا، جیسا کہ رواں دور میں ہمیں آئے دن دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ وہ زبان جو اسی گنگا جمنی تہذیب کا سنگم کہے جانے والے ملک میں پیدا ہوئی، یہیں پلی بڑھی، آج کھلے عام نفرت کے پجاری اسے دیس سے ہی نکالنے کی باتیں کرتے ہیں اور اس کو ایک کمیونٹی کی طرف منسوب کر کے نفرت و تشدد کا ماحول پیدا کرنے کی ہر آن کوششیں کی جاتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ زبان کی حیثیت محض ایک ہتھیار اور ذریعہ کی ہے، وہ کسی خاص مذہب اور فکر کی ترجمان نہیں ہوتی بلکہ اظہار و تعبیر کے لیے رابطے کا کام کرتی ہے۔ اس کے ذریعے اگر اچھی اور صحت مند فکر و نظر کو فروغ دیا جا سکتا ہے تو وہیں فتنہ و فساد کا ہنگامہ بھی برپا کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر اردو تو سراسر ایک مشترکہ زبان ہے، مختلف زبانوں کی مدد سے اس کی خمیر تیار ہوئی ہے۔ ہندی کی سادگی، فارسی کی میٹھاس اور سنسکرت و عربی الفاظ کی شمولیت نے اس کی حسن و دل کشی کے فروغ میں نہلے پہ دہلا کا کام کیا ہے۔ مگر افسوس کہ آج اسے صرف اور صرف ایک خاص طبقہ و گروہ سے جوڑ کر دیکھا جا رہا ہے۔ آفس، دفتر، اسکول اور کالجز وغیرہ کے ساتھ ساتھ ہر جگہ تعصبانہ برتاؤ کیا جاتا ہے۔

جی ہاں! تصویر کا یہ دوسرا رخ بھی کس قدر دردناک ہے کہ نفرت و شر انگیزی کے اس ماحول میں بھی وہ لوگ جو اردو کے نام پر بڑی بڑی جاگیریں اور عہدے حاصل کیے ہوئے ہیں، سوائے چند

wazirmisbahi87@gmail.com

مخلص افراد کے سب کے سب کھا پی رہے ہیں۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ ان لوگوں سے اردو کے فروغ کی امید باندھنا سراب کی امید پالنے جیسا ہے۔ آج غالباً ہر صوبے میں اردو کے فروغ وارتقا کے لیے ”اردو اکادمیز“ ہوتی ہیں، جس کے لیے سرکار کی جانب سے مالی امداد کی صورت میں فنڈ وغیرہ دیا جاتا ہے۔ مگر آپ جب اس کے تحت ہونے والے کاموں کا منصفانہ جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے چند ہی ایسی اکادمیاں ہیں جو اپنے قواعد وضوابط پر کھرا اترتی ہیں، ورنہ تو سب کی پیشانی پر مسئلہ بندر بانٹ کا بدنما داغ واضح طور نظر آتا ہے۔ یقیناً یہ ہماری نا اہلی ہی ہے کہ ہمیں جس دور میں اردو کی حفاظت و صیانت اور اس کے فروغ وارتقا کے لیے راہیں ہموار کرنا چاہیے، اس کے لیے مواقع دستیاب کر کے اپنے نونہالوں و واقف کاروں کے دلوں میں اردو سے محبت و الفت کی جوت جگانی چاہیے تھیں، ہم خواب خرگوش میں پڑے ہوئے ہیں اور غیر منصفانہ طور پر اپنے آپ کو ذمہ داریوں سے بری الذمہ تصور کرنے پہ بضد ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ تلخ حقیقت آپ کو پسند نہ آئے، ورنہ تو سچائی یہی ہے کہ آج ہمارے وہ لوگ بھی جو اردو کے نام پر پھل پھول رہے ہیں، ہر ماہ موٹی موٹی تنخواہیں پا رہے ہیں اور ان کی روزی و روٹی سے لے کر نمک پانی تک کے تمام مسائل اسی سے حل ہوتے ہیں، وہ بھی سرعام اردو کے پیر پہ کلہاڑی مارنے کا کام کر رہے ہیں۔ ان کے گھروں کا آپ جائزہ لے لیں حقیقت آشکارا ہوتے دیر نہیں لگے گی، وہ اپنے بچوں کو اردو میڈیم سے تعلیم دلا رہے ہیں یا نہیں؟ آپ کو اس کا بھی جواب مل جائے گا۔ جی ہاں! یہی تو المیہ ہے کہ ہم اپنا پیٹ تو بھر رہے ہیں اردو کے نام پر، مگر اپنے جگر گوشوں کو اردو میڈیم سے تعلیم دلانے میں ننگ وعار اور جھجھک محسوس کرتے ہیں، اردو دنیا میں ہمیں ان کا مستقبل تاریک نظر آنے لگتا ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ ہم ان کے لیے اردو ماہنامے یا پھر دلچسپ اخبار جاری نہیں کرواسکتے تاکہ وہ اسی بہانے اپنی مادری زبان اردو سے کما حقہ شدبد حاصل کرلیں اور اس کے لکھنے و پڑھنے پر قدرت وتمکن حاصل کرلیں۔

محترم قارئین! آئندہ سطور میں اپنے ٹوٹے پھوٹے افکار و خیالات کے دھاروں کو جوڑ کر ایسے ہی چند نکات و گوشوں پر روشنی ڈالنے میں قلم کی روشنائی صرف کروں گا کہ جن پہ عمل پیرا ہوکر ہم اردو کی زلف برہم سنوارنے کے قابل ہوسکیں گے۔ انشاءاللہ

[1] ہمارے یہاں عام طور پہ اردو کی حفاظت و خدمت کا نعرہ بڑے زور و شور کے ساتھ لگایا تو جاتا ہے مگر اس پر کما حقہ عمل نہیں ہو پاتا ہے۔ اکثر افراد، صرف بیٹھے بٹھائے ہی اردو کی خدمت کا سہرا اپنے اپنے سر سجانا چاہتے ہیں، معاشرے میں اردو ادیب و خدمت گار کے طور پر متعارف ہونا اور منفرد شناخت قائم کرنا، ان کی دلی خواہش ہوتی ہے۔ یقیناً، کام کے بغیر اس طرح کی گھٹیا امیدیں وہی لوگ پالتے ہیں، جو خلوص و صداقت سے کوسوں دور ہوتے ہیں، انھیں صرف اور صرف شہرت کی بھوک ہوتی ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے اس رسم بد کے برخلاف وطن عزیز میں اب بھی ایسے باکمال افراد موجود ہیں جو بغیر کسی شہرت و حرص کے اردو زبان وادب کی خدمت کر رہے ہیں، کتابیں تصنیف کر کے، رسالے و ماہنامے شائع کر کے اور پروگرام منعقد کرنے کے ساتھ ساتھ ادبی و علمی نشستیں وغیرہ قائم کر کے اردو سے اپنی سچی محبت و وفا کا ثبوت دے رہے ہیں۔ ضرور، ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اردو کی خدمت کا جذبۂ صادق لیے ایسے لوگوں کی صفوں میں شامل ہوں اور دن رات صرف نام و نمود سے اپنے پیٹ بھرنے والوں کی دنیا سے بالکل الگ ہوکر خاموشی کے ساتھ اپنے حصے کا چراغ روشن کرتے جائیں۔

[2] مشہور کالم نگار، پروفیسر اے رحمٰن (دہلی) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

”بڑی خوش نصیبی کی بات ہے کہ ملک بھر میں اردو کے فروغ کے مقصد سے قائم سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کی تعداد اتنی ہے کہ گننے بیٹھیں تو دفتر کے دفتر صرف ہوں۔ لیکن ساتھ ساتھ بڑی بدنصیبی کی بات یہ ہے کہ کسی ادارے کے پاس ایسا کوئی منصوبہ نہیں جس کے تحت زبان کو واقعتاً فروغ دیا جاسکے۔“

یقیناً، مذکورہ بالا اقتباس کی سچائی کا علم آپ کو اس وقت ہوگا جب آپ اردو زبان وادب کی خدمت کے نام پر ان اداروں کا تجزیہ کریں گے۔ آج ایسے مختلف ادارے ہیں جن کی بنیاد تو بلند بانگ دعوؤں کے ساتھ جوش و جذبے کی اہم خمیر سے تیار کی گئی، مگر چند ہی دنوں کے بعد ان کی انتظامیہ اس طرح سرد مہری کا شکار ہوکر رہ گئی کہ یہ ادارے آج بھی اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے للچائی ہوئی نظروں

سے غیروں کی طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رواں دور میں اس طرف ہماری ذمہ داری کا پلا مزید بھاری ہو جاتا ہے کہ ہم اپنے اندر موجود اردو کی خدمت کا جذبہ، عشق کے توے پر اس طرح گرم کر لیں کہ اس نوعیت کے اداروں کو پھر سے حیات نو کی جاودانی سے شاد کام ہونے کا موقع مل جائے۔

[3] ہمیں اردو زبان و ادب کے فروغ کی ابتدا پہلے اپنے گھر اور سماج و معاشرے سے ہی کرنی چاہیے۔ ہم اور آپ اگر اردو لکھ اور پڑھ لے رہے ہیں تو ہماری یہ اولین ترجیح ہونی چاہیے کہ اپنے گھر والوں کو بھی اردو لکھنا اور پڑھنا سکھائیں۔ مادری زبان ہونے کی وجہ سے ہماری اکثریت اردو بول تو لیتی ہے، مگر المیہ یہ ہے کہ لکھنے اور پڑھنے والوں کی تعداد اب بھی نہ کے برابر ہے۔ اس تنزلی کی قوی وجہ جہاں ہماری بے حسی و تساہلی ہیں وہیں انگریزی و دیگر میڈیم سے حد سے زیادہ مرعوب ہونے کا بھی سائیڈ افیکٹ ہے۔

ابھی چند دنوں قبل راقم الحروف کی ایک ایسے ہی شخص سے ملاقات ہوئی، جس نے اپنی خوش قسمتی سے بی. ٹی. تو کر لیا ہے، مگر اب وہ کئی سالوں سے سی. ٹیٹ امتحان میں کامیابی کی راہ تک رہا ہے، ہر مرتبہ امتحان میں ناکامی اس لیے اس کی مقدر بن جاتی ہے کہ وہ اردو مضمون میں شکست کھا جاتا ہے۔ اس لیے یہ امر اور بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ جہاں ہم اردو زبان و ادب کی خدمت کے لیے میدان عمل میں آئیں وہیں اس کام کے لیے دوسروں کو بھی Motivate کریں، جس طرح ہم کثیر مال و دولت خرچ کر کے اپنے بال بچوں کو انگریزی میڈیم سے تعلیم دلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح ہماری ترجیحات میں یہ بھی شامل ہونا چاہیے کہ ہم انھیں اردو سے روشناس کروانے کے لیے کچھ بہترین بند و بست کریں گے۔ جیسے: اردو کتابیں اور رسائل و جرائد وغیرہ جو انھیں پسند ہوں، خرید کر دیں گے تاکہ وہ اس خریداری کو اپنی ضروریاتِ زندگی کی فہرست میں شامل کر لیں۔

آج اکثر لوگوں کی زبان پر یہ شکوہ رقص کرتے ہوئے آپ کو نظر آئے گا کہ "اردو کے دشمنوں نے اردو کا رشتہ روزگار سے منقطع کر دیا"۔ مجھے لگتا ہے کہ اردو کی تنزلی میں ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے جس سے شاید ہی کسی کو انکار کی گنجائش ہو۔ اسی لیے تو آج عمدہ تعلیمی نظام کے لیے اردو والوں نے بھی انگلش میڈیم اسکولس کا رخ کر لیا ہے۔ انھیں اس بات کی قطعی فکر نہیں ہوتی ہے کہ وہاں اردو زبان و ادب کی تعلیم ہوتی بھی ہے یا نہیں؟ در اصل اس ذہنیت کے والدین/گارجین اپنے دلوں میں یہ ارادہ کر چکے ہوتے ہیں کہ اگر انھیں اپنے بچوں کے روشن مستقبل کے لیے اردو کو پس پشت ڈالنا پڑے تو وہ ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ادھر ایک/دو دہائی کے اندر پڑھ لکھ کر جوان ہونے والی ہماری نسل اردو زبان و ادب کی چاشنی سے بالکل یتیم ہو کر رہ گئی ہے۔ کبھی کبھی تو میں یہ سوچ کر پریشان ہو جاتا ہوں کہ "ہمارا تو ایک بیش قیمت دینی سرمایہ اردو میں ہے، اور اب جب کہ نسل نو دھیرے دھیرے اردو سے دور ہوتی جا رہی ہے تو پھر ان سرمایوں کو پڑھے گا کون اور ان کی حفاظت و صیانت کی اہم ذمہ داری اٹھائے گا کون؟"۔

اس لیے ہمارے لیے یہ بات ایک اہم ضرورت بن کر سامنے آتی ہے کہ ہم آنے والی نسلوں کو دیگر زبانوں کے ساتھ اردو سے بھی واقف کرانے کا حسن فریضہ انجام دیں۔

[4] ایک بڑی چیز جو اردو کے فروغ میں زبردست رکاوٹ بن کر حائل ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر افراد ایسے ہیں جو اردو کو اس کے اپنے رسم الخط میں تحریر نہیں کرتے، بلکہ اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی میں رومن رسم الخط کو ہی فوقیت دیتے ہیں۔ بلا شبہ ہم اپنے اس عمل سے جہاں اردو لکھنے کے باب میں براہ راست اپنی کمزوریوں کا سامان فراہم کرتے ہیں وہیں اس پیاری و شیریں زبان کو اعلیٰ پیمانے پر پھلنے و پھولنے کے سنہرے مواقع نصیب نہیں ہونے دیتے ہیں۔ راقم الحروف کا ماننا ہے کہ کسی بھی زبان کی درست ترقی و ترویج کا راستہ اس کے رسم الخط سے ہی ہو کر گزرتا ہے۔ اس لیے اردو زبان و ادب سے محبت کرنے والوں کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی اردو لکھیں، کوشش یہ کریں کہ آپ اردو رسم الخط ہی کا استعمال کریں۔ کیوں کہ آج ہر نسل مثلاً: بچے، جوان اور معمر وغیرہ کثیر طبقے کے لوگ سوشل میڈیا سے جڑے ہوئے ہیں۔ یہ وہ پلیٹ فارم ہے جہاں اگر ایک طرف ہم دنیا کے حالات سے اپڈیٹ ہوتے رہتے ہیں تو وہیں دوسری طرف ثانیے بھر میں اپنے افکار و خیالات کے اجالوں سے دوسروں کے اذہان و قلوب بھی منور کر سکتے ہیں۔

[5] ہاں! دور حاضر میں آپ صرف اور صرف اجتماعی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے ہی سبک دوش نہیں ہو سکتے ہیں، بلکہ آپ کو

انفرادی مسئولات سے بھی عہدہ برآ ہونا پڑے گا۔ آپ صاحب استطاعت ہیں تو رسائل و جرائد اور اردو اخبارات اپنے آفس و دفتروں کے لیے بھی جاری کروائیں۔ یہ سادہ سی بات ہم سب جانتے ہیں کہ جب کوئی رسالہ یا جریدہ ملک بھر میں مقبولیت حاصل کرلیتا ہے تو پھر اس کے اشاعتی امکانات بھی وسیع تر ہو جاتے ہیں، عوام اس میں مختلف قسم کے اشتہارات شائع کروانا پسند کرتے ہیں اور اس طرح جہاں مذہب وملت کی تفریق کیے بغیر اس سے افادہ واستفادہ کی گوناگوں راہیں واہوتی ہیں وہیں حکومت کے ایوانوں میں بھی یہ پیغام پہنچتا ہے کہ فلاں فلاں اردو اخبار و رسائل میں شائع ہونے والی بات قارئین کے ہر طبقے تک پہنچتی ہے۔ اس طرح ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اردو سے جڑا عدمِ روزگار کا مسئلہ ختم ہوجاتا ہے اور معاشی استحکام کے میدان میں بھی امیدوں کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں، اشاعتیں بڑھتی ہیں اور اردو پڑھنے ولکھنے والوں کے لیے سنہرے مواقع دستیاب ہوجاتے ہیں۔

[6] یہ بالکل واضح ہے کہ مادری زبان کی اہمیت و افادیت اپنی جگہ مسلم ومحقق ہے۔ ایک نوآموز بچہ جتنی جلدی مادری زبان میں ابتدائی تعلیم حاصل کر سکتا ہے اتنی جلدی دوسری زبانوں میں ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم مادری زبان میں ابتدائی تعلیم کے حصول کے فوائدوثمرات کو سماج ومعاشرے کے سامنے بیان کرکے عام بیداری پیدا کریں، تاکہ ماحول سازگار ہوں اور عوام الناس اردو زبان و بیان میں اپنے نونہالوں کو تعلیم دلانے پر فخر محسوس کریں۔

[7] اسی طرح اسکولس و کالجز میں ادبی وتعلیمی پروگراموں کا انعقاد بھی بہت ضروری ہے۔ اس میں وہی لوگ بحیثیت خطیب و اسپیکر مدعو کیے جائیں جو اردو سے حد درجہ محبت کرتے ہوں اور اچھی لیاقت وصلاحیت کے مالک ہوں۔

ان پروگراموں میں اردو زبان کا موجودہ منظر نامہ، اردو زبان و ادب کا مستقبل، ان کے تدریسی مسائل، ترقی و بقا کے لیے ضروری اقدامات اور اس زبان میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے فوائد جیسے عناوین و موضوعات پر مشتمل توسیعی خطبات سے سامعین و حاضرینِ مجلس کو روشناس کرایا جائے تو مجھے امید ہے کہ اردو دنیا خوشگوار نتائج وفوائد سے مالامال ہو سکتی ہے۔

[8] یہ حقیقت شاید ہم سب جانتے ہوں گے کہ آج کا دور سائنس وٹیکنالوجی کا دور ہے۔ اس لیے یہ شئ وقت کی اہم ضرورت بن جاتی ہے کہ "ادب اطفال" کے طور پر بچوں کے لیے سائنسی موضوعات پر مشتمل بہترین کتابیں آسان اور سلیس اردو زبان و بیان میں تصنیف کی جائیں، تاکہ ان کی دلچسپی برقرار رہے اور وہ اسی بہانے اردو زبان وادب کی لذت وچاشنی سے واقف ہوجائیں۔

[9] اسی طرح یہ ذمہ داری بھی اہم ہے کہ ہم دورانِ گفتگو پر کشش اردو الفاظ، محاورات، کنایات و اشارات اور رموز و اوقاف وغیرہ کو سلیقے اور وقار وتمکنت کے ساتھ ادا کریں، سوشل میڈیا پر پیغام نشر کرنے کے لیے اردو زبان کو ترجیح دیں، اردو کے حوالے سے اہل مدارس کی زریں خدمات کو سراہیں، سرکاری دفاتر میں اپنے درخواست اردو میں بھی دیں اور ہم غیر اردو داں اشخاص سے جب بھی گفتگو کریں تو، کوشش یہ کریں کہ ان سے اردو میں بات چیت کریں تاکہ ہماری شیریں زبان سن کر ان کے دلوں میں بھی اس سے واقف ہونے کی تحریک پیدا ہو۔

جہاں تک ہو سکے اپنے گھر اور سماج میں بھی اچھی اور سلیس اردو بولنے کی کوشش کریں، دوسروں کو بھی اس زبان کی میٹھاس سے آگاہ کرائیں، انھیں نفرت و حسد سے گریز کرنے کی تلقین کریں اور ان ساری چیزوں کی انجام دہی میں خلوص و وفا کا دامن کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیں۔

محترم قارئین! مذکورہ بالا تجاویز و گوشے راقم الحروف کی ادنی سوچ ہے، مجھے اعتراف ہے کہ ماہرین اردو کے پاس اس سے بھی اعلیٰ تجاویز ہیں۔ میں نے ان صفحات میں اپنے ذہن میں موجود ناقص افکار کو پیش کرنے کی کوشش کیا ہے۔ مجھے ایقان کی حد تک امید ہے کہ اگر ہم اردو زبان وبیان کی عمدہ ترقی کے باب میں احساس کمتری کے کھول سے باہر نکل کر اس شیریں زبان کو اعلیٰ نہج پر پھیلانے میں کامیاب ہو گئے تو ہم ضرور سرخرو ہوں گے، ہر سمت ہماری ہی زبان کی دھوم ہوں گی اور لوگ بغیر کسی بھید بھاؤ کے اردو کی غیر معمولی حسن و دلکشی کی جانب کھینچے چلے آئیں گے__کہ [انشاءاللہ]

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زبان کی ہے

*****

نقد و نظر

مجموعۂ مضامین "انعطاف"

تبصرہ نگار: مہتاب پیامی

نام کتاب: انعطاف

مرتب: سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی

اشاعت: اپریل 2021ء

صفحات: 272

قیمت: 400

ناشر: دبستان نوابیہ عزیزیہ پبلی کیشنز

قاضی پور شریف، ضلع فتح پور (یوپی)

دنیائے سخن میں سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ ایک علمی اور روحانی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں، آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت سید برہان الدین شہید چشتی ہتھگانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سگے خالہ زاد بھائی تھے اسی مقدس نسل سے حضرت الحاج صوفی نواب علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے ولیِ کامل اور مردِ حق آگاہ تھے، جو آپ کے والدِ گرامی ہیں۔ آپ کو شعر و سخن کا ذوق وراثت میں حاصل ہوا اور والدِ گرامی کی تربیتِ خاص، خانگی ماحول اور خانقاہی روحانیت نے آپ کے فن میں مزید نکھار پیدا کیا۔ 1999ء سے آپ نے باقاعدہ شاعری کی ابتدا کی اور تاحال اسی دشت کی سیاحی میں مصروف ہیں۔

آپ کی متعدد شعری کاوشات کتابی پیراہن میں آراستہ ہو کر شائقینِ سخن سے داد حاصل کر چکی ہیں، آپ کے شائع شدہ مجموعہ ہائے کلام حسب ذیل ہیں:

وسلموا تسلیما (مجموعۂ سلام)، قلزمِ نور (مجموعۂ نعت و مناقب)، مطلعِ نور (مجموعۂ نعت و مناقب)، ثنا کی نکہتیں (مجموعۂ نعت بر زمین غالب)، جوئے ثنا (مجموعۂ نعت و مناقب)، مرکزِ نور (مجموعۂ نعت)، نعتوں کے دیے (مجموعۂ نعوت بر زمین میر تقی میر)، دریچۂ نور (مجموعۂ نعت)، سورج نکلا ہے (حمدیہ و نعتیہ ہائیکو)، ایاک نعبد وایاک نستعین (مجموعۂ حمد و مناجات)، سبیلِ مودت (مجموعۂ مناقب)، میزابِ سخن (انتخابِ کلام)، اثاثہ (کلیات نعوت)، خلدِ عقیدت (مجموعۂ مناقب)، شاخِ نوا (مجموعۂ غزلیات)۔

ان میں بیش تر کتابیں پاکستان سے بھی شائع ہو چکی ہیں۔

زیرِ نظر مجموعۂ مقالات و مضامین "انعطاف" حضرت نور کی تقدیسی شاعری کے مختلف پہلوؤں پر گراں قدر تحریروں کا مجموعہ ہے، اس میں کل 24 مضامین شامل کیے گئے ہیں، ذیل میں ہم فہرست نقل کرتے ہیں تاکہ ہمارے قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ علم و ہنر کے کیسے کیسے نابغوں نے حضرت نور کے فکر و فن پر نقد و نظر کے کیسے کیسے پیکر تراشے ہیں:

○ پروفیسر سید طلحہ رضوی برق (نور کی باتیں نور کی نعتیں) ○ حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور (قلزمِ نور: عشق و عقیدت کا بحرِ بے کراں) ○ ڈاکٹر شارب ردولوی (اردو نعت میں نور الحسن نور کی انفرادیت) ○ پروفیسر فاروق احمد صدیقی (نعتیہ مجموعہ ثنا کی نکہتیں فکر و فن کے آئینے میں) ○ پروفیسر مجید بیدار (نور الحسن نور نوابی عزیزی کی شاعری میں عقیدت کی سرشاری) ○ ڈاکٹر اختر ہاشمی کراچی (ایک اور شاہِ سخن، نور الحسن نور) ○ اکرم کنجاہی، کراچی (نعتوں کے دیے، فکری جائزہ) ○ ڈاکٹر طارق ہاشمی، فیصل آباد (نعتوں کے دیے اور ثنا کی نکہتیں) ○ اعجاز رحمانی، کراچی (ثنا کی نکہتیں بکھیرنے والا شاعر نور الحسن نور) ○ ڈاکٹر سروشہ نسرین قاضی (سید محمد نور الحسن کی نورانی جہتیں) ○ ڈاکٹر عقیل ہاشمی (سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی کی نعتیہ شاعری) ○ ڈاکٹر محمد سہیل شفیق، کراچی (نعتوں کے دیے) ○ سید معراج جامی (میر صاحب بھی پاک باز ہوئے) ○ مولانا مبارک حسین مصباحی، مدیرِ اعلیٰ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور (نور کے ساغر میں حمد و مناجات کی تابشیں) ○ پروفیسر علیم اللہ حالی (نور الحسن نور نوابی عزیزی کی نعتیہ شاعری) ○ سید حبدار قائم، اٹک ("گلابِ اسم نبی کی خوشبو" ایک مطالعہ) ○ مفتی محمد مجاہد حسین رضوی (نورانی افکار پر مشتمل حضرت نور نوابی کی نعتیہ شاعری) ○ حضرت نصیر احمد سراجی (سید نور الحسن نور کا ذوقِ نعت) ○ ڈاکٹر طاہر انعام، فیصل

آباد (نوائے میر سے اکتسابِ نور) ○ ڈاکٹر محمد چاند نظامی (قلزمِ نور کا شاعر نور الحسن نور) ○ ڈاکٹر راہی فدائی (نورٌ علیٰ نور) ○ محترم حلیم حاذق، کلکتہ (سید نور الحسن نور فتح پوری کی جدید نعتیہ شاعری) ○ ڈاکٹر احسان اللہ طاہر (میر تقی میر کے کچھ مصرعے اور سید محمد نور الحسن نور کی نعتیہ تضامین) ○ شارق عدیل (میر و غالب کی شعری زمینوں کو نعت کا نور عطا کرنے والے شاعر حضرت نور) ○ شمائلہ صدف عزیزی، فیصل آباد (حضرت نور کی شاعری میں واقعۂ معراج النبی ﷺ)۔

فہرست میں تقریباً تمام قلم کار حضرات اپنے اپنے مقام پر علم و ادب کے کوہِ گراں کی حیثیت رکھتے ہیں، بالخصوص علامہ محمد احمد مصباحی، پروفیسر طلحہ رضوی برق، ڈاکٹر شارب ردولوی، پروفیسر فاروق احمد صدیقی، پروفیسر مجید بیدار، اعجاز رحمانی، مولانا مبارک حسین مصباحی، مفتی مجاہد حسین رضوی، حضرت نصیر سراجی، پروفیسر علیم اللہ حالی وغیرہ۔ ان اربابِ ادب کی علمی و قلمی قد آوری سے ایک دنیا آشنا ہے۔ ان سب کا اپنا اپنا اسلوب ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اس دورِ بے راہ روی میں ان کا قلم صراطِ مستقیم پر گام زن ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

کتاب کے آغاز میں بہ عنوانِ "توضیح" حضرت مرتب سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی کتاب کی غرض و غایت کے متعلق رقم طراز ہیں:

"سب سے پہلے تو بحیثیت مرتب میں اس کتاب کے بارے میں چند معروضات پیش کرتا ہوں مگر اس سے قبل اس کتاب میں شامل مضامین کی نوعیت کے بارے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ مضامین حضرت نور کی تقدیسی شاعری پر اربابِ نظر کے تاثرات سے مملو ہیں اور ان میں بیشتر آرا کا اسلوب توصیفی ہوتے ہوئے تجزیاتی بھی ہے۔ چوں کہ سرورق اور عنوانِ کتاب سے اس مجموعہ مضامین کے کوائف کا اندازہ نہیں ہوتا اس لیے قارئین کو تکلیفِ سراغ رسانی سے دور رکھنے کے لیے پہلے ہی یہ امر واضح کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی تعصب گزیدہ شخص اس کتاب کا مطالعہ اس لیے کرنا چاہے کہ وہ ان تبصرہ جات کی مدد سے حضرت نور کی شاعری میں نقائص و عیوب تلاش کر لے گا تو یہ کتاب اس کے لیے نہیں ہے کیوں کہ اسے مایوسی کے علاوہ اور کچھ ملنے والا ہے نہیں۔ ہاں اگر کوئی تقدیسی ادب کا سنجیدہ اور غیر جانب دار قاری ہے تو اس کے لیے اس کتاب میں زرِ سرخ سے برتر سرمایہ موجود ہے۔" (ص:6)

توضیح کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس سے قبل بھی مضامین کے دو مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں، "پس اعترافِ سخن" اور "حضرت نور کی نعت گوئی اہلِ علم و ادب کی نظر میں"۔ ان کے مرتبین قاری اخلاق احمد، عطاء الدین عزیزی اور پروفیسر شمائلہ صدف عزیزی ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت نور کے فکر و فن کے ہمہ گیر جائزے پر مشتمل دو مستقل کتابیں "کلامِ نور کے ادبی محاسن" از: مولانا محمد طفیل احمد مصباحی سابق نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور اور "زر نگار" از ڈاکٹر حسن نظامی، بھی منظرِ عام پر آچکی ہیں۔

"انعطاف" کا اولین مضمون رقم فرمایا ہے پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق نے۔ برق صاحب اردو کے مشہور و معروف صاحب طرز ادیب و شاعر، مصنف و مؤلف، محقق و مبصر، انشا پرداز و نقاد اور مقالہ نگار و تاریخ گو ہیں، اردو و فارسی زبان و ادب کی بے ریا شناوری کرنے والوں میں آپ کا شمار انگلی پر گنے جانے والے چند ادیبوں و شاعروں میں کیا جاتا ہے، آپ کی تحقیق و تنقید کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے۔ آپ کی شخصیت اور آپ کی نگارشات اردو و فارسی زبان و ادب میں صدر شک تو ہیں ہی ساتھ ہی سرمایۂ افتخار بھی ہیں۔

"نور کی باتیں نور کی نعتیں" عنوان کے تحت حضرت نور کی تقدیسی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت نور کے اشعار سے واضح ہے کہ وہ فکر و خیال کی بھول بھلیوں سے بہت دور رہے اور حقائق کی ترجمانی نہایت سہل انداز میں بلکہ دل نشیں اداؤں کے ساتھ کی ہے، یہی ان کی نعتوں کا حسن و جمال ہے۔ جنابِ نور نے لفظی طمطراق اور تخیل کی کلابازیوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنی نعتوں میں نہایت ادب و احتیاط سے کام لیتے ہوئے شعورِ بیدار اور ظہورِ انوار کا پورا خیال رکھا ہے۔" (ص:20)

دوسرا مختصر مضمون حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ کے قلمِ گوہر رقم کا شاہکار ہے۔ حضرت علامہ کی حیات کا ہر لمحہ خدمت دینِ متین کے لیے وقف ہے آپ کا نام اور کام برصغیر ہند و پاک میں محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ انتہائی نیک طینت اور صالح طبیعت کے حامل ہیں، شریعتِ مطہرہ کے پابند اور اسوۂ رسول پر ہمہ دم کاربند رہتے ہیں۔ تصنیف و تالیف اور تعلیم و تعلم ہی آپ کا مشغلہ ہے، اس دور قحط الرجال میں آپ کی ذات ستودہ صفات علم و دانش کا

ایسا روشن آفتاب ہے جس کی شعاعوں سے شرق و غرب یکساں منور ہیں۔ احتیاط بالقلم آپ کا وطیرہ ہے، جو کچھ تحریر فرماتے ہیں وہ جامعیت سے مملو ہوتا ہے۔ اپنے مضمون "قلزمِ نور: عقیدت کا بحرِ بیکراں" میں تحریر فرماتے ہیں:

"جناب نؔور نے اپنی ہمہ جہت مصروفیات کے باوجود جس معنیٰ خیز اور کثیر المفاہیم مجموعۂ کلام سے عوام و خواص کو محظوظ کیا ہے، وہ ان کی بے پناہ کاوش اور فطری لیاقت کا واضح ثبوت ہے۔" (ص:22)

جہاں تک میں سمجھتا ہوں، حضرت کا رقم کردہ یہ جملہ حضرت سید نؔور کی تقدیسی شاعری کے لیے سند کا درجہ رکھتا ہے۔

ڈاکٹر شارب ردولوی اردو زبان و ادب کا ایک بڑا نام ہے۔ "انعطاف" کا تیسرا مضمون "اردو نعت میں نور الحسن نور کی انفرادیت" آپ کا رقم کردہ ہے۔

اصولِ نقد کے تحت آپ نے سید نور کی تقدیسی شاعری کا جو ادبی جائزہ پیش کیا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم ذیل میں آپ کے مضمون سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں:

"فکری اعتبار سے سید نور الحسن نور ایک جدید فکر کے شاعر ہیں شعر گوئی کا صرف شوق ہی نہیں بلکہ قدیم و جدید ادب پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ انھوں نے اگر ایک طرف میر تقی میر اور مرزا غالب کا مطالعہ کیا ہے تو دوسری طرف جاپانی ہیئت ہائیکو اور دوسری ہیئتوں پر دست رس بھی ہے۔ نعت گو شاعر میں یہ وسعت مطالعہ اور وسعت نظر ایک بڑی بات ہے ورنہ مذہبی شاعری کے ساتھ دشواری یہی ہے کہ یہ شاعر عقیدے کے دائرے سے باہر نہیں نکل پاتا اور نعت میں وہ علمی فضا نہیں پیدا ہو پاتی جو کسی صنف کی بقا کی ضامن ہوتی ہے۔ سید نؔور الحسن نؔور کی نعت کا دائرۂ فکر محدود نہیں ہے۔ انھوں نے نعت کو صرف نظم و غزل مثنوی اور ہائیکو تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ پہلی بار بڑے اردو شعرا کی زمینوں میں نعتیں لکھیں جس میں ان کا ایک مجموعہ میرؔ کی زمینوں اور دوسرا غالؔب کی زمین میں۔ یہ ایک مشکل کام تھا اس لیے کہ ان دونوں شعرا سے کچھ خصوصیات منسوب ہیں اور پھر سب سے بڑی دشواری ان کی مشہور زمینوں میں شعر کہنے میں یہ ہے کہ ہر جگہ خود ان کا شعر سامنے آجاتا ہے اور قاری کے ذہن میں ایک موازنہ کی صورت پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ زمینیں غزلوں کے لیے وضع کی گئیں اس لیے ان کا ایک مخصوص آہنگ ہے، وہ ممکن ہے کہ ہر جگہ نعت کا ساتھ نہ دے لیکن سید نؔور الحسن نؔور نے بڑی محنت اور کوشش سے اپنے کو غالؔب کی زمین کے باوجود غالبؔ کے احاطے سے باہر رکھا ہے۔ یہ وہی کر سکتا ہے جسے زبان پر قدرت ہو۔" (ص:25)

پروفیسر مجید بیدار سابق صدر شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ اپنے طویل مضمون "نور الحسن نؔور نوابی عزیزی کی شاعری میں عقیدت کی سرشاری" میں اختتامیہ کے طور پر اپنے تاثرات کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"نؔور نوابی الفاظ کے جس دروبست اور اظہار کی برجستگی کو شامل کر کے ہائیکو جیسی جدید جاپانی شاعری کی صنف کو اردو میں نعت کے پیرایے سے وابستہ کر کے جس رشک کے مظاہرہ کی خاطر پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ ان کے کارناموں کی تفصیلات پیش کی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر بلا شبہ خداداد نعمتوں سے مالا مال ہے۔" (ص:67)

"نؔور کے ساغر میں حمد و مناجات کی تابشیں" حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور نے تحریر فرمایا ہے۔ آپ ایک کہنہ مشق ادیب ہیں، سخن فہمی کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں، ماہ نامہ اشرفیہ میں شائع ہونے والے بر وقت اداریے اس بات کے شاہد ہیں کہ حالاتِ زمانہ پر آپ کی نگاہ انتہائی گہری رہتی ہے، لکھتے ہیں تو موضوع کا حق ادا کر دیتے ہیں، آپ اپنے طویل مضمون میں رقم طراز ہیں:

"سچائی یہ ہے کہ حضرت سید نؔور ایک عظیم شاعر ہیں، آپ کی منظومات اپنے اندر بڑی گہرائی اور گیرائی رکھتی ہیں۔ آپ نے غزلیں بھی کہی ہیں، مگر اس وقت آپ کے نوکِ قلم کی مکمل توجہ حمد و مناجات اور مختلف زاویوں سے نعت نگاری ہے۔" (ص170)

دیگر اہلِ قلم کے مضامین بھی نور شناسی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں، البتہ ایک بات قابلِ توجہ ہے، کتاب میں بعض مقامات پر پروف کی غلطیاں ہیں، علامہ محمد احمد مصباحی کے ساتھ ناظمِ اعلیٰ درج ہو گیا ہے، جب کہ آپ ناظمِ تعلیمات ہیں، کہیں جدید املا کا لحاظ ہے، کہیں نہیں ہے، اگر یکسانیت ہوتی تو مزید بہتر ہوتا۔

☆☆☆☆☆

خیابان حرم

منظومات

نعت

کس کی نظریں ہیں بندھی گنبد سرکار کے ساتھ
"کون روتا ہے لپٹ کر در و دیوار کے ساتھ"

جو بھی کہہ دیں وہی اللہ کی مرضی ہوجائے
بات مخصوص ہے یہ سید ابرار کے ساتھ

بجھ کے رہ جائیں گی سب اہل ہنر کی شمعیں
رکھ دو خاکِ در آقا کسی شہکار کے ساتھ

میرے آقا مرے سرکار انھیں کرلیں قبول
دل بھی حاضر ہے مرا دولتِ افکار کے ساتھ

ذکر طیبہ جو کہیں ہو تو لرز جاتی ہے
مسئلہ میں نے یہ دیکھا ہے شبِ تار کے ساتھ

در کو چھوتے ہی لگا کچھ بھی نہیں ساتھ مرے
میں تو پہنچا تھا گناہوں کے اک انبار کے ساتھ

جھوم کر نعت کے اشعار پڑھے آنکھوں نے
مسکرانے لگا دل طیبہ کے آثار کے ساتھ

کہکشاں سے جو شہِ دیں کو گزرتے دیکھا
رقص لمحوں نے کیا ثابت و سیار کے ساتھ

جن کو سرکار کے قدموں میں نثاروں یارب!
ایسے مضموں ہوں عطا قوتِ گفتار کے ساتھ

پہلے کل اپنا ہنر رکھ دو نبی کے در پر
یوں ہی چلتی نہیں عظمت کسی فنکار کے ساتھ

دین اسلام یوں نؔور کہاں پھیلا ہے
حسنِ اخلاق بھی آقا کا تھا کردار کے ساتھ

سید محمد نورالحسن نور نوابی قاضی پور

نعت

لوحِ الفت پر بہ حرفِ معتبر لکھتا رہوں
یعنی مدحِ مصطفیٰ میں عمر بھر لکھتا رہوں

خم کیے نوکِ قلم شام و سحر با چشمِ نم
شہرِ طیبہ کو امیدوں کا نگر لکھتا رہوں

بھول جاؤں زندگی کے اور سارے کام میں
اسمِ پاکِ مصطفیٰ شام و سحر لکھتا رہوں

سرورِ کونین کا سینے میں رکھتا ہو جو عشق
دشمنِ جانی کو اپنا دل جگر لکھتا رہوں

بھیجتا ہوں رکھ کے دامانِ درودِ پاک میں
یہ کہا کس نے دعا کو بے اثر لکھتا رہوں

مصطفیٰ رکھ دیں جو اپنے نقشِ پا کے چند پھول
زندگی کو خوشبوؤں کی رہ گزر لکھتا رہوں

مصطفیٰ صلِ علیٰ لکھوں سرِ قرطاسِ دل
اور پھر ہر سانس پر بارِ دگر لکھتا رہوں

الفتوں کی شاخ پر کھلتے رہیں تازہ گلاب
نعت کے اشعار ہر اک پھول پر لکھتا رہوں

مصطفیٰ کا عشق کیا ہے مصطفیٰ کا ذکر کیا
کوئے بے خوابی ہو اور میں رات بھر لکھتا رہوں

زلزلہ بھی آئے تو بیٹھا درِ توفیق پر
کچھ نہ سوچوں عظمتِ خیر البشر لکھتا رہوں

لے نہیں جاتے درِ سرکار تک مجھ کو مجیؔب
کس لیے میں بال و پر کو بال و پر لکھتا رہو

سید محمد مجیب الحسن مجیب نوابی، ممبئی

بچوں کی حمدیہ نظم

پیارے بچّو! بتاؤ خدا کون ہے؟
مشکلوں میں یہ مشکل کشا کون ہے؟
ساری بیماریوں کی دوا کون ہے؟
ہم کو ہر روز دیتا شفا کون ہے؟
نام اللہ کا یاد رکھّو سدا
خالقِ دو جہاں ہے ہمارا خدا
ہم کو پیدا کیا اور قرآں دیا
دل کو روشن کیا، نورِ ایماں دیا
آسمانوں سے پانی کی بارش ہوئی
خشک دھانوں پہ اس کی نوازش ہوئی
یہ سمندر، یہ صحراؤں کا سلسلہ
یہ پہاڑوں میں نکلا ہوا راستہ
اس کی قدرت بتاتے ہیں یہ آبشار
مچھلیوں کی زباں پر ہے رنگِ خمار
یہ زمیں، آسماں، تیز بہتی ندی
یہ گلابوں کی ٹہنی، یہ چمپا کلی
باغ میں چہچہاتے پرندوں کا شور
کھیت میں ناچتے مسکراتے ہیں مور
سرسراتی ہوا، مسکراتی فضا
چاندنی رات، جگنو کی دھیمی صدا
بولنے کی یہ قوت اسی کی عطا
ہر زباں پر ہیں دیکھو حروفِ ثنا
ہم کو حسنِ رقم کا سلیقہ ملا
علم کی روشنی کا یہ تحفہ ملا
دل میں ذکرِ خدا کو بساؤ سدا
زندگی کو نہ یوں ہی گنواؤ سدا
دین کی راہ میں روز چلتے رہو
تم بھی احسن خوشی میں مچلتے رہو

توفیق احسن برکاتی

ڈاکٹر عبد الخالق مرحوم

جامعہ اشرفیہ کی مجلس انتظامیہ کے قدیم رکن

مبارک حسین مصباحی

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی مجلسِ انتظامیہ کے قدیم رکن ڈاکٹر عبدالخالق کا انتقال 9 دسمبر 2021 کی شام کو ہو گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، آپ کی رحلت سے مبارک پور میں غموں کے اثرات نظر آئے۔ 10 دسمبر کو جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد راجا مبارک شاہ کے پاس میدان میں جنازے کی نماز ادا کی گئی، نماز میں علما اور عوام کا کثیر مجمع تھا۔ آپ کو آبائی قبرستان شاہ کے پنجے میں بصد غم سپردِ خاک کیا گیا، آپ کے ایصالِ ثواب کے لیے بھی اہلِ خانہ اور اہلِ تعلق نے اہتمام کیا، ہم نے بھی دعاے مغفرت کی اور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے حبیب شافعِ محشر ﷺ کے طفیل غریقِ رحمت فرمائے۔ آمین۔

موصوف بڑی خوبیوں کے حامل تھے، اشرفیہ ہاسپیٹل کے منیجر اور ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے معتمد اور نگراں تھے، اچھے برے کو پہچانتے تھے۔ مبارکپور میں رہائش گاہ محلہ پورہ صوفی میں کامیاب ڈسپنسری کرتے تھے، عام طور پر مریضوں کو آپ کی تشخیص اور علاج پر بڑا اعتماد رہتا تھا۔ جانشین حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ عزیزی سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ کی نگاہ میں قدر و منزلت کے حامل تھے۔ مرحوم نے جامعہ اشرفیہ کی تعمیر و ترقی کے لیے مختلف جہتوں سے کاوشیں فرمائیں، مجلسِ شوریٰ میں عملی طور پر زندہ دلی کے ساتھ حصہ لیتے، بات پیش کرنے کا ڈھنگ اور سلیقہ تھا، کب کس سے کس لہجے میں گفتگو کی جائے کہ موثر ہو یہ فن آپ کو خوب آتا تھا۔

ایک بار آپ فرمانے لگے کہ ہم لکھنؤ میں زیرِ تعلیم تھے، سنا کہ حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ تشریف لا رہے ہیں۔ ہم حضرت کی بارگاہ میں پہنچ گئے، میں ایک معمولی طالب علم تھا، حضور حافظ ملت نے دریافت فرمایا تو ڈرتے ڈرتے اپنا تعارف پیش کر دیا۔ حضرت نے سن کر مسرت کا اظہار فرمایا، ہم نے عرض کیا کہ حضور کچھ خدمت کا موقع عنایت فرمائیے، حضرت نے فرمایا: ابھی طالب علمی کا دور ہے محنت سے علم حاصل کیجیے اور نمازوں کی پابندی کرتے رہیے۔ ڈاکٹر مرحوم نے عرض کیا، حضور سر پیر دبانے کی اجازت دیجیے، خیر حضور نے نہ چاہتے ہوئے بھی فرمایا اچھا یہ تیل پیروں پر لگا دیجیے، کچھ ہی دیر کے بعد فرمایا، جائیے اپنے مقصد پر نظر رکھیے، کام ہی انسان کو کامیاب بناتا ہے۔

آپ کا مزاج تھا کہ کسی بھی اچھی چیز کو دیکھتے تو تعریف فرمانے لگتے آپ نے متعدّد بار ہماری تقریریں سماعت فرمائیں، سامعین کا مزاج ہوتا ہے کہ مقرر کی تعریف کرتے ہیں، مگر آپ ماشاء اللہ دور بھی بیٹھے رہتے تو قریب آکر تقریر کے خاص گوشوں پر روشنی ڈالتے، آپ کی مدح سرائی کے بطن سے صاف جھلکتا کہ آپ نے تقریر سنی ہی نہیں بلکہ سمجھی بھی ہے۔

عام طور پر اداریہ یا ماہ نامہ اشرفیہ کی دیگر تحریروں کو پڑھتے تو کال فرما دیتے اور وہ نکات جو ہم لکھتے وقت بھی نہیں سوچ رہتے، ڈاکٹر مرحوم بڑی حوصلہ افزائی کے ساتھ منکشف فرما دیتے، دیر دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے، یہ تو ہم خوب جانتے ہیں کہ ہمارا علم و شعور ہی کیا ہے؟ من آنم کہ من دانم، مگر یہ آپ کا بڑپن تھا کہ اپنے چھوٹوں سے بھی محبت فرماتے ہمیں اور ہماری اوقات سے بھی زیادہ نوازتے۔

بہر کیف آپ ایک زندہ دل، پاکیزہ فکر، کامیاب ڈاکٹر اور حسنِ اخلاق کے پیکر تھے۔ آپ دنیا سے چلے گئے مگر آپ کی یادوں کے چراغ آج بھی روشن ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ اچھا سلوک فرمائے۔

تعزیت پیش کرنے والوں میں نعیم ملت حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی، الحاج سرفراز احمد ناظم اعلیٰ جامعہ اشرفیہ اور صدر المدرسین حضرت مفتی بدر عالم مصباحی وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر و شکر کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

آہ! ادیب شہیر مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی

سوگوار قلم: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

دورۂ لاہور شریف کے دوران اس خبر وحشت اثر نے غمگین کر دیا کہ 29ربیع الآخر 1443ھ/4دسمبر 2021ء بروز ہفتہ رات ساڑھے چھ بجے ادیب شہیر علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی قادری برکاتی مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف 45سال، 11ماہ اور 4دن کی عمر میں اپنے وطن گھوسی سے دوست پور سلطان پور جاتے ہوئے اکھنڈ نگر پوروانچل ایکسپریس وے پر اچانک ایک ٹریفک حادثے میں شہید ہو گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی قادری برکاتی مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عصر حاضر کے مصباحی علما میں نہایت فعال اور متحرک تھے۔ آپ ایک ذی شعور مفکر، بلند پایہ عالم دین، قادر الکلام شاعر اور بے مثال طبیب تھے۔ عاجزی وانکساری اور اصاغر نوازی میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ کی ولادت یکم جنوری 1976ء کو قصبہ خاص ملک پورہ گھوسی ضلع مئو یوپی انڈیا میں ہوئی۔ آپ سات بہن بھائی ہیں۔ چار بھائیوں میں آپ تیسرے نمبر پر تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت مدرسہ ناصر العلوم ملک پورہ گھوسی میں حاصل کی۔ جامعہ شمس العلوم گھوسی، مئو میں منتہی درجات تک پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ آخر میں اہل سنت کی معروف درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے اکتساب فیض کیا اور سند فراغت حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایک علمی وتحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی حاصل کی۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں محدث کبیر مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری، صدر العلما علامہ محمد احمد مصباحی دامت، بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، قمر العلما مولانا قمر الدین اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کے اسمائے گرامی نہایت روشن اور نمایاں ہیں۔

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں حضور سیدی نظمی میاں قادری مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ مفکر اسلام علامہ بدر القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضور نجم الاصفیا پیر سید نجم الدین احمد قادری سہروردی دامت برکاتہم العالیہ (جھونسی، الہ آباد) سے آپ کو خلافت واجازت بھی حاصل تھی۔

آپ کی ساری زندگی درس وتدریس میں بسر ہوئی۔ آپ نے جامعہ حنفیہ رحمت گنج ضلع بستی میں پانچ سال تدریسی فرائض سرانجام دیے۔ 2006ء تا 2010ء مدرسہ مکتب عربیہ حق الاسلام لال گنج ضلع بستی میں اور 2010ء تا 2021ء تا دم آخریں مدرسہ عربیہ مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور میں نہایت احسن انداز میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

آپ کا عقد مسنون حضرت حافظ عبد اللہ علیہ الرحمۃ سابق استاد جامعہ شمس العلوم گھوسی مئو کی دختر نیک اختر محترمہ سنبل فاطمہ صاحبہ سے ہوا۔ ماشاء اللہ، آپ بھی عالمہ فاضلہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو صاحب زادوں اور دو صاحب زادیوں سے نوازا ہے۔ صاحب زادوں کے اسمائے گرامی طفیل احمد اور عبید احمد ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس گلشن کو علم وفضل سے ہمیشہ شاد وآباد رکھے۔ آمین۔

قلم وقرطاس سے آپ کا گہرا تعلق رہا ہے جس پر مختلف موضوعات پر آپ کے لکھے گئے مقالات ومضامین شاہد وناطق ہیں جو مختلف جرائد ورسائل میں شائع ہوئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ آپ کے تمام مضامین ومقالات کو سلک مروارید کی طرح یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ یہ علمی وتحقیقی ذخیرہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے۔ اب تک آپ کی دو کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ ایک کتاب ”رمضان اور عید کے فضائل ومسائل“ ہے جو اپنے موضوع پر مختصر مگر جامع اور پر اثر ہے یہ کتاب 2003ء میں جامعہ حنفیہ رحمت گنج گاندھی نگر بستی کے زیر اہتمام شائع ہو کر سامنے آئی ہے۔ دوسری کتاب ”تذکرہ صدر ملت“ ہے جس میں شیخ طریقت صدر ملت حضرت مولانا صوفی سید عالم سید القادری جھونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صحیفۂ حیات کے تابندہ نقوش کچھ اس انداز میں پیش فرمائے ہیں کہ پڑھنے والے کے دل میں یہ ”نقوشِ جاوداں“ بن کر رہ جاتے ہیں۔

(باقی ص:56پر)

صدائے بازگشت

زمین کے اوپر کام، زمین کے نیچے آرام

مکرمی! سلام مسنون!

عن انس بن مالك رضى الله عنه قال: كان رسول الله احسن الناس وكان أجود الناس وكان أشجع الناس ولقد فزع اهل المدينة ذات ليلة فانطلق ناس قبل الصوت فتلقاهم رسول الله راجعا و قد سبقهم إلى الصوت وهو على فرس لأبي طلحه عرى في عتقه السيف و يقول لم تر اعوا، لم تراعوا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت تھے اور سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ صاحب شجاعت تھے، ایک رات کا واقعہ ہے کہ ایک غضبناک آواز سے باشندگان مدینہ خوف زدہ ہو گئے، جدھر سے بھیانک آواز آئی تھی لوگ ادھر لپکے مگر دیکھتے کیا ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آواز کی طرف پہلے ہی سے سبقت کر چکے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہو رہے ہیں گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے جناب ابو طلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہیں اور فرما رہے ہیں کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت مسلمہ سے ہر مشکلات کی دفعیت میں پیش قدمی فرماتے تھے، یہی طریقہ ان حضرات کا بھی ہونا چاہیے جنھیں زبان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وراثت انبیا کا منصب عطا فرمایا، یقیناً وہ علماے ربانیین ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے: العلماء ورثة الانبياء یعنی علما انبیا کے وارث ہیں۔

حضور جلالۃ العلم ابو الفیض بانی الجامعۃ الاشرفیہ حافظ ملت مولانا مرشدنا عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں، تو آپ کی ذات ستودہ صفات میں بدرجۂ اتم وراثتِ نبوی کے نقوش نظر آتے ہیں، آپ نے امت کے حالات پر نظر دوڑائی تو دیکھا ملت کی کشتیاں جہالت کے بھنور میں بری طرح سے پھنس چکی ہیں اگر بروقت تدارک نہ کیا گیا تو جہالت ان کی دینی اور دنیاوی دونوں ترقیوں کو مسدود کر کے رکھ دے گی، لہذا آپ ایک ماہر ناخدا کی حیثیت سے بھنور میں چھلانگ لگا کر جہالتی طغیانیت سے امت کو بچا کر بہ حسن وخوبی کشتیوں کو ساحل پر لا کھڑا کرتے ہیں اور اکابر واصاغر علما پکار اٹھتے ہیں کہ سبحان اللہ آپ تو حافظ الملت والدّین ہیں اور شاعر مشرق اقبال ایسی ہی شخصیتوں کے بارے میں کہتے ہیں۔

نگہ بلند سخن دل نواز جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

حضور مجاہد ملت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن رئیس اڑیسہ علیہ الرحمۃ حضور جلالۃ العلم حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے ہم سبق ساتھی تھے، آپ علیہ الرحمۃ جلالۃ العلم کے تعمیری، تعلیمی امور کی بڑی سراہنا کرتے تھے اور پر مسرت انداز میں فرماتے تھے کہ حافظ ملت نے الجامعۃ الاشرفیہ جیسا ادارہ قائم کر کے ہمارے بچوں کے لیے تعلیم حاصل کرنے کا بہترین انتظام فرما دیا ورنہ ہمارے بچے تعلیم حاصل کرنے کہاں جاتے۔ حقیر کو یہ بات قاری ملت حضرت مولانا مفتی قاری شبیر علیہ الرحمۃ سابق شیخ الحدیث الجامعۃ العربیہ نے بتائی۔

بلاریب الجامعۃ الاشرفیہ ہند کی سرزمین پر از ہر ہند ہے اور اس کے در و دیوار سے صاحب بصیرت کے لیے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جلالۃ العلم کے خون جگر سے سیراب شدہ الجامعۃ الاشرفیہ روز افزوں ترقی پزیر ہے اور اس کے ایک ایک گوشے اور ذرے ذرے سے یہ ہویدا ہے۔

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: علی سنتی وسنة الخلفاء الراشدین یعنی تم پر میری سنت اور میرے راشد خلفا کی سنت لازم ہے، یقیناً امت مسلمہ کی فلاح کے لیے یہی چیز شاہِ کلید ہے جس نے

نبی کی اور ان کے راشد خلفا کی سنت کو اپنایا ہے وہ حسنات دنیا اور آخرت سے بہرہ ور ہوا ہے، چنانچہ حضور جلالۃ العلم قدس سرہ کے تعمیری مراحل میں ترقیاں اور مواقع دونوں صورتیں جب پیدا ہوئیں تو نہ آپ ترقیوں سے متاثر ہوکر افتخاری انداز اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی رکاوٹوں اور موانع کا اثر قبول کرتے ہیں بلکہ ان دونوں صورت حال میں آپ علیہ الرحمہ خلفاے راشدین کے خلافتی امور کو پیش نظر رکھ کر سعیِ پیہم میں لگے رہتے ہیں۔

جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام شجرۂ طوبیٰ ہے جس کی شاخیں جنت کے تمام گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی ہیں، بعینہ یہی مثال حضور جلالۃ العلم پر صادق آتی ہے، آج ایشیا ویورپ کا کوئی ایسا علاقہ نہیں ہے جہاں مصباحی شاخیں علم وعمل کے ثمر سے لوگوں کو فیضیاب نہ کررہی ہوں۔

جلالۃ العلم حضور ابوالفیض کی حیات اقدس ایک مسلسل مجاہدہ، ایک مسلسل کشمکش، اور ایک مسلسل سفر سے مستعار ہے لیکن کہیں تھکن نہیں، نہ مایوسی جانتے ہیں، نہ کوئی بد دلی ظاہر ہوتی ہے، نہ شکایت کرنے کا شیوہ اپناتے ہیں، وہ ایسی حیات جاودانی ہے جس میں نہ راحت کی طلب، نہ محنت کا شکوہ، نہ دوستوں کا گلہ، نہ دشمنوں کی بدگوئی، مدح وذم سے مستغنی، اپنے جان عزیز سے بھی بے پروا، علامہ بدرالقادری علیہ الرحمہ نے کیا ہی خوب اپنے اشعار میں خاکہ کھینچا ہے۔

یہ کون اٹھا ہند شمالی کی زمین سے
علم اور حقائق کی سنبھالے ہوئے قندیل
سدرہ کے مکینوں سے سنا بدرؔ نے اک راز
ہونے کو ہے اب آرزوئے شوق کی تکمیل

آپ کے عمل کی ترجمانی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی آپ کے اقوال زریں مہمیز کرتی ہیں، چنانچہ جو آپ نے تعمیری اقوال زریں قوم وملت کو عطا فرمائے ہے، اگر ان پر بالخصوص ہمارے علما عمل کرلیں تو ملت سے پسماندگی وجہالت کا خاتمہ ہوجائے، ہاں ہاں، سنیے ایک جملہ حضور جلالۃ العلم فرماتے ہیں: "زمین کے اوپر کام اور زمین کے نیچے آرام"۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک ﷺ کے صدقے وطفیل میں ہم سب کو جلالۃ العلم کے نقوش قدم کو مشعل راہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

از: **منظور احمد خاں عزیزی** خادم تدریس جامعہ عربیہ، سلطانپور

وصیت ہوگئی داخل اصلیت میں!!

مکرمی! مذہب اسلام کو مٹانے کا خواب دیکھنے والوں نے ہر دور میں دیکھا ہے، مذہب اسلام کو بدنام کرنے والوں نے ہر دور میں بدنام کرنے کی کوشش کی، کبھی شریعت مصطفیٰ پر انگلی اٹھائی تو کبھی قرآن کریم پر، کبھی نبی اکرم ﷺ پر انگلی اٹھائی تو کبھی خود اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات پر۔ یہ کام جاہلوں نے بھی کیا اور تعلیم یافتہ لوگوں نے بھی، لیکن ہمیشہ ناکامی کا تھپڑ ان کے چہروں پر لگا، آج بھی ان کے گلے میں لعنت کا طوق ہے اور دنیا لعنت بھیج رہی ہے، ابولہب اللہ کے رسول ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا تہمت لگایا کرتا تھا، تباہ ہوگیا اور ہاتھ ٹوٹ گئے۔

ابولہب کے چیلوں میں سے ایک نے حال ہی میں پہلے صحابہ کرام کو لعن طعن کرنا شروع کیا پھر ازواج مطہرات کی شان میں نازیبا کلمات کہے، پھر قرآن کریم کی آیات پر اعتراض کیا اور نبی پاک ﷺ سے بغاوت کر بیٹھام اپنے ایک چہیتے نرسنگھانند کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے دفنایا نہ جائے بلکہ آگ میں جلایا جائے اور تم ہی اگنی دینا کیوں کہ تم میرے بڑے قریبی ہو۔

بدبخت کو شاید یہ معلوم نہیں کہ دنیا میں شہرت تو حاصل ہو جائے گی اور آگ میں جل کر راکھ تو ہوجائے گا لیکن حساب کتاب سے بچ نہیں سکے گا۔ جب اللہ تعالیٰ رحم مادر میں گوشت کا لوتھڑا بنا سکتا ہے، جب رحم مادر میں ہڈیاں بنا سکتا ہے اور ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا سکتا ہے تو وہ اس غلیظ راکھ کو جمع ہونے کا حکم بھی دے گا اور زندہ کرکے سخت حساب کتاب بھی لے گا۔

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے جلا دینا، میری راکھ کو کچھ ادھر ادھر ہوا میں اڑا دینا اور کچھ سمندر میں بہا دینا، بیٹوں نے پوچھا آخر کیوں تو اس شخص نے جواب دیا کہ میری پوری زندگی گناہوں میں گذری ہے اور بڑے سے بڑا گناہ بھی میں نے نہیں چھوڑا، میرے نامۂ اعمال میں کوئی نیکی نہیں ہے قبر میں بڑا سخت عذاب ہوگا آج مجھے خدا کا خوف مارے جارہا ہے، مجھے جلا کر خاکستر کردینا راکھ کو ہوا میں اڑا دینا اور سمندر میں بہا دینا تو میں دوبارہ زندہ نہیں ہو پاؤں گا اور قبر کے عذاب سے بچ جاؤں گا۔ چنانچہ اس کے مرنے کے بعد بیٹوں نے اسے جلا دیا، راکھ کو

ہوا میں اڑا دیا اور سمندر میں بہا دیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے راکھ کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا راکھ اکٹھا ہوگئی پھر دوبارہ زندہ ہونے کا حکم دیا تو وہ زندہ ہوگیا اللہ تو بیشک اس کے دلوں کا حال جانتا تھا لیکن پھر بھی پوچھا کہ اے میرے بندے تونے ایسا کیوں کیا اور کس چیز نے تجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا تو وہ شخص جواب دیتا ہے کہ اے اللہ تیرے خوف نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا تو اللہ نے اسے بخش دیا اور کہا کہ میرے خوف نے تجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا، تجھے اس بات کا یقین ہے کہ بروز قیامت اللہ حساب کتاب لے گا اور اللہ کی پکڑ بہت مضبوط ہے اور اللہ کی پکڑ سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، اس لیے میرا دریاے رحمت جوش میں آیا اور میں نے تجھے بخش دیا۔ جتیندر تیاگی! وہ خدا کا منکر نہیں تھا، خدا کی کتاب کا منکر نہیں تھا اور خدا کے دین کا بھی منکر نہیں تھا، بس وہ گنہگار تھا، مگر تم تو خدا کے منکر ہو، مشرک ہو اور مرتد ہو، جو دین اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہ تمھیں ناپسند ہے بلکہ اس دین سے تم نے غداری کی، یقین جانو تمھارا حشر بنی اسرائیل کے اس شخص جیسا نہیں ہوگا بلکہ تمھارا حشر تو ابو لہب جیسا ہوگا۔ تم اللہ کی نظر میں کچرے سے بھی بدتر ہو چکے تھے، تم قرآن سے آیتوں کو نکالنے کی بات کرتے تھے، اللہ نے تمھیں دین سے نکال دیا۔ یاد رکھو تمھاری وصیت اصلیت میں داخل ہوگئی، یعنی دنیا ہی سے تمھارا آگ میں جلنا شروع ہو جائے گا اور پھر جہنم کی آگ تو وہ آگ ہے کہ دنیا کی آگ بھی جہنم کی آگ سے پناہ مانگتی ہے۔ تمھیں دولت، شہرت، عہدہ اور منصب کا غرور تھا، آج سب کچھ گیا۔ تیری نظر میں بھلے ہی کوئی اور دین سب سے پرانا ہوگا مگر یاد رکھ اس روئے زمین پر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام تشریف لائے وہ ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی انبیاے کرام علیہم السلام تشریف لائے سب کا دین اسلام ہی تھا جب جب بگاڑ پیدا ہوا تو اللہ نے نبیوں کو بھیجا آخر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا اور جو کتاب دی اس کا نام ہے قرآن اور اسی قرآن مجید میں اللہ نے یہ اعلان فرما دیا کہ ہم نے دین مکمل کر دیا۔

از: جاوید اختر بھارتی
javedbharti508@gmail.com

ہجومی دہشت گردی کے بڑھتے واقعات

کہنے کو تو ہمارا ملک سب سے بڑا جمہوری اور دستوری ملک ہے لیکن سب سے زیادہ اسی ملک میں جمہوریت اور دستور کی پامالی ہوتی ہے۔

دستور ہند ہر بھارتی کو رہنے سہنے، کھانے پینے، گھومنے پھرنے کی اجازت دیتا ہے لیکن ایک طبقہ ایسا ہے جو آزاد بھارت کی آزاد فضا میں سانس لینے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنا چاہتا ہے اور جہاں کسی مظلوم نہتے بھارتی مسلمان کو پاتے ہیں اسے زدوکوب کرنا شروع کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں اکثر ایسا ہوتا ہے وہ غریب مظلوم اپنی جان کی بازی ہار جاتا ہے اور پیچھے روتے بلکتے پریوار کو چھوڑ اپنے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔

پھر انصاف کے نام پر مظلوم کے اہل خانہ کو دھمکیاں اور خوف وہراس ملتا ہے۔

پہلے کی حکومتیں ایسے واقعات پر کم از کم گھڑیالی اور مگرمچھ کے آنسو ہی بہا کر ہمدردی کا اظہار کر دیا کرتی تھیں، لیکن موجودہ حکومت ان سب واقعات کا کوئی اثر نہیں لیتی بلکہ ہمدردی کے دو لفظ بولنے کے لیے بھی ہزار بار سوچنا پڑتا ہے۔ یہ کوئی تعجب خیز بات بھی نہیں اس لیے کہ ہجومی دہشت گردی کے واقعات کے پس پردہ حکومتی سازشیں کارفرما ہیں۔

یہ بات کہنے میں اس لیے بھی حق بہ جانب ہوں کہ سپریم کورٹ نے ہجومی تشدد (ماب لنچنگ) پر قانون بنانے کے لیے حکومت سے کہا لیکن حکومت نے کوئی توجہ نہیں دی۔

17 جولائی 2018ء کی رپورٹ میں بی بی سی نیوز اردو نے لکھا ہے کہ "انڈیا کی سپریم کورٹ نے ملک کی پارلیمنٹ سے سفارش کی ہے کہ وہ ہجومی تشدد کے قصوروار افراد کو سزائیں دینے کے لیے ایک علاحدہ قانون بنائے۔"

سپریم کورٹ نے یہ بھی کہا کہ "ہجوم کے ہاتھوں تشدد کے واقعات کو برداشت نہیں کیا جا سکتا اور اسے معمول کا واقعہ بننے کی اجازت نہیں دی جا سکتی"۔

جب حکومت عدالت عظمیٰ کی سفارش پر کان نہیں دھرتی ہے تو عوام کی سفارشات واحتجاجات پر کب سنجیدہ ہوگی۔

ابھی تک ہجومی تشدد کے واقعات 250 سے متجاوز ہو چکے ہیں، لیکن نہ اس پر کوئی قانون بنا ہے اور نہ مرکزی حکومت نے کوئی سخت ایکشن لیا ہے۔ البتہ کچھ ریاستوں میں اس کے تعلق سے قانون سازی ہوئی ہے لیکن اس پر بھی عمل درآمد نہیں ہے۔

حالات کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ ریاستوں میں یہ قانون بھی صرف ایک فارمیلٹی پوری کرنے کے لیے بنایا گیا تھا اسی لیے اس کا اثر نظر نہیں آتا ہے۔

کبھی گائے، کبھی لوجہاد کبھی بچے اغوا کرنے جیسے ایشوز پر بے دھڑک ایک انسانی جان کا خون بہادیا جاتا ہے اور حکومت سے لے کر عوام تک کسی کو ذرہ بھر بھی ملال وافسوس نہیں ہوتا۔ ایسا لگتا ہے کہ اس دور گرانی میں خون مسلم کچھ زیادہ ہی سستا ہو گیا ہے۔

یہ بات بھی بڑی تعجب خیز ہے کہ بھارت کی سب سے بڑی اقلیت کے افراد یکے بعد دیگرے ہجومی تشدد کے شکار ہو رہے ہیں اور اسی اقلیت کے قائدین ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں نہ قانون سازی کا مطالبہ نہ مجرموں کو سزا دلانے کی جدوجہد اور نہ اس کے تدارک کے لیے مستقل لائحہ عمل، البتہ وقتی اور جذباتی بیانات سے سوشل میڈیا پٹ پڑا ہے۔

جب قائدین ہی مسلمانوں کے مسائل سے چشم پوشی کیے ہوئے ہیں ایسے وقت میں مسلمانوں کو خود کفیل آتم نر بھر بننا ہوگا، اور اپنے مسائل خود ہی حل کرنا ہوں گے۔

ابھی تک ہجومی تشدد اور مآب لنچنگ کے ردعمل میں ہم نے صرف احتجاج اور جذباتی بیانات سے کام لیا ہے لیکن اب عملاً اس کے تدارک کے لیے کوشاں ہونا ہوگا۔

مسلمان اس لیے بھی بہ آسانی شکار ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی روایات سے بغاوت کرکے دوسروں کی روایات میں کھو گیا ہے۔ اپنی فکر کو فنا کے گھاٹ اتار کر کامیابی سے ہم کنار ہونا سمجھ بیٹھا ہے۔

یہ ایک اصولی بات ہے کہ قومیں تلوار، ظلم وجبر اور تشدد کے سبب زوال پذیر نہیں ہوتیں بلکہ اپنی فکر اور روایات کو پس پشت ڈالنے سے زوال پذیر ہوتی ہیں، اور جو قومیں فکری طور پر زندہ ہوتی ہیں وہ آج نہیں تو کل ضرور کامیاب ہوکر عروج پاتی ہیں۔ تاریخ انسانی کا مطالعہ کرنے پر بہ خوبی اس فلسفے کو سمجھا جاسکتا ہے۔

مسلمانوں کو فکری اور عملی طور پر بیدار ہوکر ہجومی تشدد کے خلاف عملی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

1۔ اپنے اپنے علاقے میں نہایت خاموشی کے ساتھ سیلف ڈیفینس سیکھنے اور سیکھانے کا اہتمام کیا جائے۔

2۔ مارشل آرٹ اور اکھاڑا سیکھنے کے لیے حکومتی سطح پر باقاعدہ رجسٹریشن ہوتا ہے جس کے ذریعہ کوئی بھی آپ پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا ہے، مناسب ہو تو رجسٹریشن کروائیں۔

3۔ جو تنظیمیں دیگر فلاحی ورفاہی کاموں میں سرگرم ہیں وہ اس جانب بھی توجہ دیں۔

4۔ ہجومی تشدد کے خلاف قانون بنانے کے لیے مسلسل حکومت پر دباؤ بنائیں اور مسلم قائدین کی اس جانب توجہ مبذول کروائیں۔

5۔ علاقائی نوجوان باہم مربوط ہوکر اس جانب پیش قدمی کریں اور جہاں اس قسم کا کوئی واقعہ رونما ہو وہاں قانونی دائرے میں رہتے ہوئے سخت ایکشن لیں تاکہ انتظامیہ مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے پر سنجیدہ ہو۔

6۔ ائمہ وعلمائے کرام معاشرے سے ڈر اور خوف کا ماحول ختم کرکے انھیں ہمارے اسلاف اور بہادروں کی بہادری کے واقعات از بر کرائیں تاکہ بزدلی ختم کرکے بہادر بننے کی کوشش کرے۔

7۔ آئین ہند ہمیں رائٹ آف سیلف ڈیفنس یعنی اپنے دفاع کا حق دیتا ہے اس لیے اپنے دفاع کی مکمل کوشش کریں۔

8۔ ملکی سطح، ریاستی سطح یا ضلعی سطح پر ایک ایسی تحریک وتنظیم ہو جو صرف ہجومی تشدد (مآب لنچنگ) کے معاملات پر نظر رکھے، ان کے پاس وکلا کی ٹیم ہو، اس تعلق سے تمام کیسز وہ خود لڑیں اور مظلوموں کو انصاف دلائیں نیز یہ یقینی بنائیں کہ آئندہ کسی کی لنچنگ نہ ہو۔

مذکورہ تجاویزات پر عمل کرکے کسی حد تک اس سیلاب کو روکا جاسکتا ہے۔

از: **بلال احمد مندسوری**
رتلام، مدھیہ پردیش

*****

ماہ نامہ اشرفیہ اور اشرفیہ کیلنڈر ملنے کے پتے

بنارس میں

(1)- الحاج ابرار احمد عزیزی جنرل اسٹور
متّصل جامع ہاسپیٹل، پیلی کوٹھی، بنارس۔ (یوپی)
موبائل نمبر: 9918865967

(2)- ریحان سوٹ گھر، دوکان نمبر-23
نئی سڑک، حافظ لنگڑے کی مسجد، بنارس (یوپی)
موبائل نمبر: 9918342716، 6386922309

خیر وخبر

مبارک پور میں جشن غوث الوریٰ وعرس امام الاولیا

غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی عظیم شان ہیں۔ امتِ مسلمہ میں جسے رسول اللہ ﷺ کی شان دیکھنا ہو وہ سرکار غوث اعظم کے بلند مقامات کی زیارت کرے حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی شان، اور کائنات ولایت میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصطفی جان رحمت ﷺ کی شان ہیں۔ نبوت، الوہیت کی دلیل ہوتی ہے اور ولایت امت میں نبوت کی دلیل ہوتی ہے، جیسی شان کا حامل نبی ہو اسی کا مظہر ولی ہوتا ہے۔ مصطفی ﷺ نبوت کی بات آئی تو سب نبیوں نے گردنیں جھکادیں اور اُمتِ مصطفیٰ میں جب حضور غوث اعظم کی بات آئی تو سب ولیوں نے اپنی گردنیں جھکادیں، وہ میثاق نبوت تھا اور یہ میثاقِ ولایت تھا۔

مذکورہ خیالات کا اظہار مفکر اسلام مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ نے تنظیم نقشبندیہ کے زیراہتمام بھیلی بازار میں منعقدہ 18 ویں سالانہ رحمت عالم کانفرنس وجشن غوث الوری بسلسلہ عرس امام الاولیا الحاج سید شاہ محمد قاسم الجیلانی نقشبندی علیہ الرحمہ سے مدلل و مفصل خطاب کرتے ہوئے کیا۔ مولانا موصوف نے غوث پاک کا بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے والدہ ماجدہ کی دی گئی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے بلا خوف و خطر سچ بول کر ساٹھ رہزنوں کو اپنے ماضی پر روتے ہوئے توبہ اور رجوع پر مجبور کردیا۔ غوثِ اعظم نے اپنی والدہ ماجدہ عارفہ کی نصیحت پر عمل فرمایا اور ایسے وقت پر سچ کا دامن نہیں چھوڑا، جب ڈاکو مال لوٹ رہے تھے، آپ کی اس ادا نے ڈاکوؤں کے سردار کو جھنجھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ میں کتنا کم نصیب ہوں کہ اپنے رب تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کو بھول گیا اور آپ نے اپنی والدہ کی وصیت کو یاد رکھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو بلند روحانی مراتب پر فائز فرمایا تھا۔ مولانا نے کہا کہ اس زمانہ میں پوری دنیا میں آپ سے بڑا کوئی عابد و زاہد، متقی و پرہیزگار، اور فاضل ومفتی نہیں تھا، آپ مشکل ترین مسائل کا حل چند لمحے میں نکال دیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو غوثیتِ کبریٰ اور ولایت عظیمہ کا مرتبہ عطا فرمایا، پوری دنیا کے فقہا، علما، طلبا اور فقرا کی توجہ آپ کی جانب ہوگئی، حکمت ودانائی کے چشمے آپ کی زبان سے جاری ہوگئے اور عالم ملکوت سے عالم دنیا تک آپ کے کمال وجلال کا شہرہ ہوگیا۔

مولانا مرتضیٰ علی بستوی اور مولانا جاوید چشتی نے اپنے مشترکہ خطاب میں کہا کہ للہ تعالیٰ نے غوث پاک کے ذریعہ علاماتِ قدرت و امارت اور دلائل وبراہین کرامت آفتابِ نصف النہار سے زیادہ واضح فرمائے اور جود و عطا کے خزانوں کی کنجیاں اور قدرت و تصرفات کی لگامیں آپ کے قبضہ اقتدار اور دست اختیار کے سپرد فرمائیں تمام مخلوق کے قلوب کو آپ کی عظمت کے سامنے سرنگوں کردیا اور تمام اولیا کو آپ کے قدم مبارک کے سائے میں دے دیا۔

پروگرام کا آغاز قاری نورالہدی اشرفی کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا اس کے بعد شبیرعزیزی مبارک پوری، علاء الدین زمزم حضوری اور احمد رضا کانپوری نے نعت و منقبت کا نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔

صدارت مولانا نعیم اختر مصباحی اور نظامت مولانا اختر رضا ثنائی نے کی، جب کہ قیادت نبیرۂ حافظ ملت مولانا نعیم الدین عزیزی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ نے فرمائی۔ صلوۃ وسلام اور دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ روایات سابقہ کے مطابق بعد نماز فجر قرآن خوانی، صبح 9 بجے حلقۂ ذکر، بعد نماز ظہر لنگر عام، بعد نماز عشا تقاریر علماے کرام اور 1 بج کر پچپن منٹ پر قل شریف کا اہتمام ہوا جس میں خصوصیت کے ساتھ امام الاولیا کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ ہم تنظیم نقش بندیہ کے اراکین اور معاونین کے شکر گزر ہیں کہ انھوں نے اپنی مسلسل محنت اور عنایت سے عرس کے پروگرام کو کامیاب کرنے کے لیے بھرپور محنت فرمائی، اللہ تعالیٰ سب کو اپنے محبوبوں کے طفیل جزاؤں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

از: **رحمت اللہ مصباحی**، نمائندہ روزنامہ انقلاب، مبارک پور

مجلس برکات (جامعہ اشرفیہ) کی ایک عظیم اشاعت "اکلیل علی مدارک التنزیل"

اکلیل علی مدارک التنزیل قرآن پاک کی مشہور تفسیر، تفسیر نسفی مسمّٰی بہ "مدارک التنزیل" کی عظیم و مقبول شرح ہے، جسے مفسر و محقق

حضرت علامہ عبدالحق بن شاہ محمد حنفی الہ آبادی معروف بہ "شیخ الدلائل" نے تصنیف فرمائی ہے، آپ الہ آباد، یوپی کے قریب ایک بستی نیوان میں سنہ 1252ھ مطابق 1836ء میں پیدا ہوئے۔ 1283ھ میں مکہ مکرمہ کی جانب ہجرت کی، مدینہ شریف میں چار سال تک رہے پھر مکہ مکرمہ میں چالیس سال سے زائد کا عرصہ درس و تدریس میں گزار دی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ مکہ شریف میں ملاقات کے لیے آپ کے گھر تشریف لے گئے، اور آپ بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے ملنے کے لیے ان کی قیام گاہ میں دو بار تشریف لائے۔ 19 شوال سنہ 1333ھ مطابق 30 اگست سنہ 1915ء میں ہوئی، اور معلات میں مدفون ہوئے۔

اکلیل مدارک شریف کی ایک معتبر، مستند اور علمی خصوصیات و کمالات کی جامع شرح ہے، جو 4608 صفحات میں، سات تخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی کچھ **خصوصیات** درج ذیل ہیں:

(1) دلکش پیرایۂ بیان کے ذریعہ عمدہ و جامع تفسیر (2) گمراہ فرقوں کے عقائد باطلہ کی بھی بھرپور تردید (3) اسرائیلیات سے پاک (4) فقہ حنفی کی روشنی میں فقہی احکام و مسائل اور دلائل کا بیان (5) ہر آیت سے متعلق قرّاء کی قراءتوں کی تفصیل۔ (6) ملحدین کے اعتراضات کا مدلل جواب (7) الفاظِ قرآنی کی لغوی و شرعی تشریح (8) مشکل مسائل کا حل (9) مجمل مقامات کی تفصیل (10) اعلام کا تعارف (11) بلاغت کے نکات (12) عقلی و معنوی دقائق۔

ایک صدی پہلے شیخ نور محمد نے بہرائچ (یوپی) میں ایک مطبع قائم کر کے 1330ھ میں بڑے صفحات پر شیخ عبدالحق الہ آبادی کی زندگی ہی میں اس کی طباعت شروع کر دی اور تقریباً 1335ھ میں مکمل فرمائی۔ اور مطبع کا نام اکلیل المطابع رکھا۔

پھر ایک طویل عرصہ تقریباً ایک صدی کے بعد 2021ء میں دار الکتب العلمیہ نے کمپوزنگ کرا کے چھاپی، مگر اس میں بہت سی ایسی غلطیاں ہیں جو قارئین کے لیے فہم معانی و فہم مطالب میں مخل ہیں۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے اشاعتی شعبہ مجلس برکات نے ان تمام طباعتوں کا جائزہ لیا اور تصحیح کا کام ماہر اساتذہ کے سپرد کیا جنھوں نے بڑی محنت صرف کر کے پرانے نسخوں سے مقابلہ کیا اور مذکورہ طباعتوں میں واقع فرقوں کو الگ کاپیوں میں نوٹ کر کے ناظم مجلس برکات حضرت علامہ محمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سپرد کیا، آپ نے سب کا جائزہ لے کر پوری کتاب کی تصحیح کروائی۔ اور اس طرح تصحیح و اہتمام کے بعد یہ شرح مجلس برکات سے اشاعت پذیر ہوئی۔

از: **محمد ناصر حسین مصباحی**، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(ص:50 کا بقیہ)۔۔۔

یہ کتاب 2021ء میں دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور کے شعبۂ تصنیف و اشاعت و آئٹی فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام چھپ کر سامنے آئی ہے۔ آپ نے مختلف کتابوں پر تقریظات و تاثرات بھی لکھے ہیں انھیں بھی یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

شاعری کے میدان میں بھی آپ کے قلم نے جولانیاں دکھائی ہیں۔ بدقسمتی سے ابھی تک آپ کا کوئی شعری مجموعہ طباعت کے مراحل سے نہ گزر سکا۔ حالانکہ آپ کا ایک مجموعۂ نعت اور دوسرا مجموعۂ غزلیات مرتب شدہ ہے۔ انھیں بھی شائع کر کے منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔

آپ کی ناگہانی اور اچانک شہادت سے علم و قلم کا ایک آفتاب غروب ہو گیا۔ آپ کی پہلی نماز جنازہ 5 دسمبر 2021ء بروز اتوار بوقت دو بجے دن کو مدینۃ العربیہ دوست پور میں حضرت مولانا عبدالرشید برکاتی دامت برکاتہم العالیہ کی امامت میں ادا کی گئی۔ دوسری نماز جنازہ 5 دسمبر 2021ء بروز اتوار بوقت شب ساڑھے آٹھ بجے آستانہ عالیہ حضرت خواجہ محمود بہرنگ بلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھواڑا موڑ گھوسی میں حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی اقتدا میں پڑھی گئی اور آستانہ عالیہ کے قرب و جوار ہی میں آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔
"پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا"۔

یہ تعزیتی شذرہ محبی مولانا نازش المدنی مرادآبادی زید مجدہ کی وساطت سے مولانا ابوالوفا رضوی زید مجدہ (داماد، صدر المدرسین علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ) کی دی گئی معلومات کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ فقیر ان دونوں کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہے، جزاک اللہ خیرا کثیرا کثیرا۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل ہمارے ممدوح حضرت علامہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی قادری برکاتی مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کے پسماندگان اور ہم سب غربائے اہل سنت کو بھی صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ۔

***

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.2

THE ASHRAFIA MONTHLY

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122
(Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459
www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

FEBRUARY 2022

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

(For Education)

(1) Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Central Bank of India
A/C 3610796165
IFSC. Code: CBIN 0284532

(2) Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Union Bank of India
A/C 303001010333366
IFSC. Code: UBIN 0530301
Branch Code: 530301

(3) Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Punjab National Bank
A/c 05752010021920
IFSC. Code : PUNB0057510

(For Construction)

(1) Aljamiatul Ashrafia
Central Bank of India
A/c 3610803301
IFSC. Code: CBIN 0284532

(2) Aljamiatul Ashrafia
Union Bank of India
A/c 303002010021744
IFSC. Code: UBIN 0530301
Branch Code: 530301

(3) Aljamiatul Ashrafia
Punjab National Bank
A/c 05752010021910
IFSC. Code : PUNB0057510

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom

Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN